تجلیاتِ شیرِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ

جلد اوّل

(حصہ اوّل، دوم، سوم)

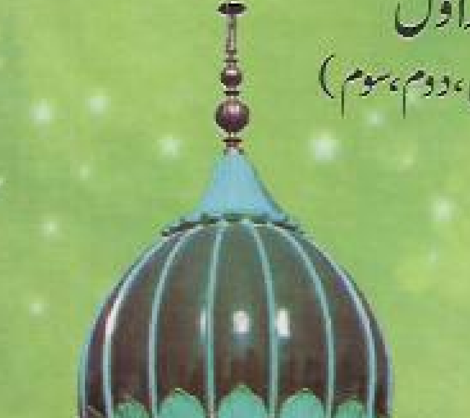

کاوش: ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری

نظرِ ثانی: ابو البقاء قدر آفاقی

ایم۔ اے (صدارتی ایوارڈ یافتہ)

ناشر: بزمِ جمیل نیو مسلم آباد والا ہور

0300-4355778

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ٥

تجلّیاتِ شیرِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

(حصہ اول)

بحوالہ ذِکرِ محبوب

یعنی

اعلیٰ حضرت شیرِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و

تعلیمات پر ہونے والی تحریری کاوشوں کا مجموعہ

کاوش: ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری

نظرِ ثانی: ابوالبقاء قدر آفاقی ایم۔اے (صدارتی ایوارڈ یافتہ)

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝

140820
DYAL SINGH TRUST LIBRARY 1908

ذِکرِ محبوب

یعنی

ایک مادرزاد ولی پابندِ شریعت، ماہرِ طریقت، عاشقِ خدا اور رسول ﷺ

محفلِ سلوک وتصوف کی آخری شمع

حضرت میاں شیر محمد صاحب قدس سرہٗ کی

مبارک زندگی کے حالات وواقعات

مؤلفہ

ملک حسن علی صاحب بی۔اے (جامعی) شرقپوری

سابق مدیر جریدہ صوفی

بفرمائش مولوی محمد عاشق امام مسجد جامع شرقپور۔ ضلع شیخوپورہ (پنجاب)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

زیرِ ظلِ عنایت : پیرِ طریقت ولی نعمت فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف

نام کتاب : تجلیاتِ شیرِ ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ (حصہ اول، دوم، سوم)

کاوش : ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

نظرِ ثانی : ابو البقاء قدر آفاقی نقشبندی مجددی شرقپوری (صدارتی ایوارڈ یافتہ)

پروف ریڈنگ : سعید احمد صدیقی (موبائل نمبر: 03334357440)

کمپوزنگ : محمد اویس ندیم بھٹی

باراول : محرم الحرام 1433ھ بمطابق نومبر 2011ء

تعداد : 500

صفحات : 336

قیمت : 300 روپے

مالی معاونت : ابو البقاء قدر آفاقی نقشبندی مجددی شرقپوری

پریس : سیف اصغر پرنٹرز، عمر پارک نزد منشی ہسپتال، بند روڈ، لاہور

بک بائینڈر : محمد صدیق، عمر پارک نزد منشی ہسپتال، بند روڈ، لاہور (موبائل نمبر: 03004944746)

ملنے کا پتہ : (1) دفتر ماہنامہ نور اسلام، کاشانہ شیر ربانی، 5 اجمیری سٹریٹ، ہجویری محلہ، نزد دربار داتا گنج بخش، لاہور فون 042-37313356

(2) ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری، مکان نمبر 18 گلی نمبر 13، کچہ راوی روڈ، رحمان پورہ، اچھرہ لاہور (موبائل نمبر: 03004355778)

(3) ابو البقاء قدر آفاقی نقشبندی مجددی شرقپوری، D1,306-2، ٹاؤن شپ، لاہور (فون نمبر: 04235118674)

فہرست مضامین حصہ اوّل

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	حمد باری تعالیٰ	7
2	نعت شریف	8
3	انتساب	9
4	در منقبت شیرِ ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اور ثانی لاثانی سیدی و مرشدی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ	10
5	تبرکات	11
6	تقدیم	13
7	پیش لفظ	16
8	تمہید۔ حضرت میاں صاحب کے اجداد عظام	21
9	حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت و طفولیت	25
10	تعلیم و تربیت	27
11	بچپن سے سن رشد تک کے عام حالات	29
12	بیعت	31
13	حضرت امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ	32
14	حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسند تلقین و ارشاد پر	34
15	تعمیر مساجد	38
16	اشاعت کتب	40
17	مذہبی تعامل	40
18	مکان شریف	41
19	شجرۂ نقشبندیہ	42
20	زیارت مزارات مبارکہ	43
21	اخلاق و عادات اور خصوصی کمالات	45
22	لؤلؤ والمرجان	53
23	مواعظ و ارشادات	66
24	مرض الموت اور وفات	72
25	حضرت میاں صاحب کی اولاد اور پسماندگان	80
26	حلیہ مبارک	82
27	کرامات و مکشوفات	83
28	تاریخ وفات	85
29	التماس	88

فہرست مضامین حصہ دوّم

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
1	دیباچہ	91
2	حضرت میاں صاحب کے اجداد عظام	97
3	شجرۂ نسب	98
4	حضرت مولوی غلام رسول صاحب	99
5	حضرت میاں صاحب کی ولادت و طفولیت	102
6	مبشرات قبل از ولادت	102
7	ولادت باسعادت	102
8	تعلیم و تربیت	104
9	بچپن سے سن رشد تک کے عام حالات	107
10	بیعت	108
11	جذبات جوش و خروش اور حالات تنتر	109
12	طالب و مطلوب میں رابطہ اتحاد	109
13	عطائے خلافت	112
14	حضرت میاں صاحب کے مشائخ عظام کا ذکر	114
15	حضرت خواجہ امیر الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ	114
16	شجرۂ نقشبندیہ	116
17	شجرۂ نقشبندیہ منظورہ	117
18	شجرۂ نقشبندیہ منظومہ حکیم علی احمد نیر واسطی صاحب	120
19	مکان شریف اور مکان شریف والے	122
20	حضرت شاہ حسین رحمہ اللہ تعالیٰ	124
21	حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ	130
22	حضرت میاں صاحب کا مذہبی تعامل اور تصوف کا مسلک	133
23	خصوصیات و فضائل طریقہ نقشبندیہ	134
24	مناقب حضرت ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ	136
25	حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ کا منصب خاص	143
26	سلوک راہ نبوت اور سلوک راہ ولایت	146
27	حضرت میاں صاحب مسند تلقین و ارشاد پر	149
28	تلاوت قرآن مجید	154
29	حقیقت نماز	155
30	تعمیر مسجد	159
31	کتب خانہ اور اشاعت کتب	160
32	میاں صاحب کا سفرنامہ	162
33	اخلاق و عادات اور خصوصی کمالات	163
34	ملفوظات	171
35	حضرت میاں صاحب کے وعظ و خطبے	177
36	وعظ نمبر۔1	179
37	وعظ نمبر۔2	183
38	وعظ نمبر۔3	185
39	وعظ نمبر۔4	191
	حصہ نظم	
40	لؤلؤ والمرجان	197
41	سرور کونین کی شان و مدح میں	199
42	مناجاتیں اور دعائیں	205
43	مرض الموت اور وفات	215
44	سوز دل	220
45	ماتم کبریٰ	221
46	حضرت میاں صاحب کی اولاد و پسماندگاں	224
47	حلیہ مبارک حضرت میاں صاحب	228
48	کرامات و مکشوفات	229
49	عرض مؤلف	232

فہرست مضامین حصہ سوم

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	حمد باری تعالیٰ	240	18	مہمان نوازی	275
2	نعت رسول ﷺ	241		باب 2 (اصول سوتی)	
3	تقریظ	242	19	مناجات	276
4	سببِ تالیف	247	20	توحید و معرفت	278
5	قصیدہ مدحیہ	249	21	بحضور رسالتمآب	279
6	سلطانِ نقشبند (نظم)	251	22	پند و نصائح	281
	باب 1 (ذکرِ طیب)		23	ارشاداتِ عالیہ	282
7	ولادت اور بچپن	252	24	ذکرِ اسم ذات	284
8	تعلیم و تربیت	252	25	تبلیغِ مذہب	286
9	عام حالات	253	26	باب 3 (کرامات)	286
10	بیعتِ طریقت	255		باب 4 (لمحاتِ آخرت)	
11	بابا امیر الدین	255	27	آپ کا وصال	325
12	وجدانہ کیفیت	262	28	جنازہ مبارک	327
13	خلافت، جذبہ محبت	262	29	عرس مبارک	327
14	اشاعتِ کتب	263	30	شجرۂ طیبہ	328
15	مسجدوں کی تعمیر	264	31	شیرِ حقانی (نظم)	330
16	مزاراتِ اولیاء پر حاضری	266	32	سوزِ دل (نظم)	332
17	اخلاق و عادات	268	33	رباعی و تاریخ وفات	333

حمدِ باری تعالیٰ

بنائے اپنی حکمت سے زمین و آسماں تو نے
دکھائے اپنی قدرت کے ہمیں کیا کیا نشاں تو نے
نہیں موقوف خلاقی تری اس ایک دنیا پر
کیے ہیں ایسے ایسے سینکڑوں پیدا جہاں تو نے
دلوں کو معرفت کے نور سے تو نے کیا روشن
دکھایا بے نشاں ہو کر ہمیں اپنا نشاں تو نے
محمد مصطفٰے کی رحمۃ للعالمینی سے
بڑھائی یارب اپنے لطف اور احساں کی شاں تو نے
دیا اپنے کرم سے ریزہ مور ناتواں کو بھی
لگائے گر سلیماں کے لیے نعمت کے خواں تو نے
مے لاتقنطوا کے نشے میں سرشار رہتا ہوں
یہ مستوں کو بخشی ہے حیاتِ جاوداں تو نے

(مولانا ظفر علی خان)

نعت شریف

سارے نبیوں کے عہدے بڑے ہیں
لیکن آقا کا منصب جدا ہے
وہ امام صف انبیاء ہیں
ان کا رتبہ بڑوں سے بڑا ہے
کوئی لفظوں میں کیسے بتا دے
ان کے رتبے کی حد ہے تو کیا ہے
ہم نے اپنے بڑوں سے سنا ہے
صرف اللہ ان سے بڑا ہے
وہ جو اک شہر نور الھدیٰ ہے
جلوہ گاہوں کا اک سلسلہ ہے
جس کی ہر صبح شمس الضحیٰ ہے
جس کی ہر شام بدر الدجیٰ ہے
نام جنت کا تم نے سنا ہے
میں نے اس کا نظارہ کیا ہے
میں یہاں سے تمہیں کیا بتا دوں
ان کی نگری کی گلیوں میں کیا ہے
مستقل ان کی چوکھٹ عطا ہو
میرے معبود یہ التجا ہے
کوئی پوچھے تو یہ کہہ سکوں میں
باب جبریل میرا پتہ ہے

انتساب

پیر طریقت، رہبر شریعت، فخر المشائخ صاحبزادہ
حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی
مدظلہ العالی (سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت میاں
شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ)

کے نام

بصد ادب و اخلاص و احترام

احقر

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی مجددی عفی عنہ

در منقبت شیرِ ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور پیر ثانی ولا ثانی سیدی مُرشدی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

بہہ رہا ہے بن کے دریا شیر ربانی کا فیض | فضل شادابی کا چشمہ ثانی لاثانی کا فیض
شیر ربانی محمد مصطفےٰ کے شیرِ نر | پیر لاثانی نگاہ مست کے پیغام بر
شیر ربانی خدا کے فضل کی زندہ مثال | پیر لاثانی ہیں ان کے فیض کا طرفہ کمال
شیر ربانی شریعت اور طریقت کے نقیب | پیر لاثانی ہیں باغ معرفت میں عندلیب
شیر ربانی نگاہ لطف کا نوخیز رنگ | پیر لاثانی سمندر پی کے بھی حیران و دنگ
شیر ربانی کی ہمت شرع و سنت کا نفاذ | پیر لاثانی سے مرشد دہر میں ہیں شاذ شاذ
شیر ربانی سخا میں دورِ حاضر کے امام | پیر لاثانی عطا میں ساقیٔ کوثر کا جام
شیر ربانی کرم کا نور باطن وسہدم | پیر لاثانی وفا کی راہ میں پختہ قدم
شیر ربانی علامت اختیار خاص کی | پیر لاثانی بھی آیت اعتبار خاص کی
شیر ربانی فراز شرق پور کا نورِ حق | پیر لاثانی پہ روشن وقت کے چودہ طبق
شیر ربانی نے بخشے لعل فیضِ خاص سے | پیر لاثانی نے بھی خالی خزانے بھر دیے
شیر ربانی کی سنت شمع قرآنی کا نور | پیر لاثانی کے جلوے بہر سالک کوہِ طور
شیر ربانی عطاؤں کا مسلسل سلسلہ | پیر لاثانی سخاؤں کا مسلسل سلسلہ
شیر ربانی گہرباری کا ابرِ پُر بہار | پیر لاثانی عطائے مصطفےٰ کا لالہ زار

شیر ربانی قدر پہ مشفق و صد مہرباں
پیر لاثانی نوازش ہا کا بحر بیکراں

(رحمۃ اللہ علیہ)

احقر العباد خاکپائے اولیائے کرام ابوالبقا قدر آفاقی ایم اے نقشبندی مجددی شرقپوری

تبرکات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریف وثنا اور حمد بے حد اُس ذات مُستجمع الصفات کے لیے ہے جس نے جمیع کائنات کو پیدا کیا۔ انسان کو مُشتِ خاک سے بنا کر خلعتِ اشرف المخلوقات سے مُمتاز فرمایا۔ اس کو اپنے اسمائے صفات کے عکس سے منوّر کیا اور اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً کا لقب عطا فرمایا۔ اپنی ذات کو نہاں اور ظلِ صفات کو عیاں فرما کر قلوبِ مومنین میں اپنا مقام ٹھہرایا۔

دُرود لامحدود ذاتِ اقدس حضرت محمد ﷺ پر جن کی طفیل خالق کائنات نے جملہ عالم و عالمیان کو پیدا فرمایا۔ جن کا اسم گرامی دُنیا میں محمد اور آسمانوں میں احمد ﷺ ہے۔ صفت اُن کی رحمۃ للعالمین اور شفیع المذنبین ہے۔ ان کی تعریف میں زبور، توریت، انجیل اور قرآن ہے۔ ان کے مرتبہ کی تلاش میں خلق حیران ہے۔

وَاللّٰہُ یَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُوالۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ (البقرہ 2: آیت 105) [ترجمہ: اور جسے اللہ چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرلیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔] یہ ارشاد باری تعالیٰ انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور اولیائے کرام کی عظمت و رفعت پر دلالت کرتا ہے جنہیں بنی نوع انسان میں اختصاص حاصل ہے۔ اس تخصیص کا تعلق اعمال و افعال حسنہ سے نہیں۔ محض اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ثمرہ ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے جنہیں اپنی رحمت سے خاص فرمایا ہے ان کے اعمال و افعال، شمائل و خصائل، عادات و اطوار میں ایسا حُسن پایا جاتا ہے کہ وہ مجسمہ رحمت نظر آتے ہیں۔ لوگ از خود ان کی رحمت بھری خوبیوں کی کشش سے ان کی طرف دوڑے چلے جاتے ہیں۔

ان مخصوص بندوں کی محبت فطرتاً عوام کے دلوں میں گھر کر لیتی ہے اور وہ ان کے گرویدہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ایسے ہی لاتعداد اور کثیر ترین بندوں میں پنجاب کی سرزمین خطہ پاک، منبع انوار شرقپور شریف کی عظیم ترین روحانی شخصیت قطب الاقطاب حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی المعروف بہ حضرت شیر ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ والا صفات بھی ہے جنہیں اللہ رب العزت جل مجدہ الکریم نے اپنی رحمت سے خاص فرمایا اور انہیں قبولیت کا شرف مرحمت فرمایا۔

اعلیٰ حضرت شیر ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیاتِ مبارکہ پر شائع شدہ لٹریچر کو یک جا کر کے "تجلیاتِ شیر ربانی" کے نام سے سلسلہ اشاعت کا آغاز کر دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ کے فضل وکرم، نبی اکرم ﷺ کی نظرِ رحمت، افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصوصی تصرف، نیز حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اقدس، حضرت قطب الارشاد میاں شیر محمد المعروف بہ شیر ربانی شرقپوری نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ کرامت سے پُر امید ہوں کہ "سلسلہ تجلیات" کی تکمیل کے مراحل تیزی سے طے ہوں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

دعا ہے کہ میرے جملہ معاونین جو ان مراحل کو بآسانی پایہ تکمیل تک پہنچانے کی مساعی جمیلہ میں مصروفِ عمل ہیں اللہ رب العزت ان کو دارین کی سعادتوں سے بہرہ مند فرمائے آمین! ثم آمین!

بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم

18۔ ذی الحج 1432ھ — حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی
منگل 15۔ نومبر 2011ء — آستانہ عالیہ شیر ربانی" وثانی لاثانی" شرقپور شریف

تقدیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ

عارفِ ربانی، ولی کامل، حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور و معروف شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ متوسلین تو اپنے ممدوح کی عظمتوں کے واقف ہوتے ہی ہیں۔ لہٰذا اپنے ممدوح کا ذکر عقیدت واحترام سے کرتے ہی ہیں لیکن شیر ربانی کی ذاتِ گرامی وہ عظیم ہستی ہے جن کی عظمت کا اعتراف اغیار بھی کرتے ہیں اور تاریخِ اسلام سے بہرہ ور اہلِ علم وفضل سے یہ بات مخفی نہیں کہ جس طرح اکبر و جہانگیر کے دور میں حضرت مجدد اعظم نے احیائے دین کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ عقائد صحیحہ کو نکھار کر پیش کیا، شعائرِ اسلامی کو حیاتِ نو بخشی اور جابر حکمرانوں کے سامنے اپنی گردن نہ جھکائی بلکہ مردانہ وار باطل قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جس سے تاریخ اسلام کے اوراق روشن ہیں۔ اسی طرح خطہ پنجاب میں عارفِ حقانی شیر ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی مجددی مشن اور اتباعِ سنت کی وہ درخشندہ اور روشن مثال پیش کی کہ یار و اغیار ان کے عظیم کارناموں کا ذکر کرتے نہیں تھکتے۔

ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شرقپوری جو اپنے مرشد کامل کی تربیت سے اہلِ قلم حضرات میں شمار ہونے لگے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ اپنے مرشد کریم کی نگاہِ کرم سے متعدد کتابوں کے مصنف ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں:

1۔ اعلیٰ حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام 2۔ انوارِ شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ عصر حاضر کے نام

3۔ اسلام میں نماز کی اہمیت — 4۔ شفاعتِ مصطفےٰ ﷺ

5۔ نماز کی اہمیت — 6۔ حیاتِ شیرِ ربانی، سنت نبوی ﷺ کا بہترین مرقع

7۔ درسِ عمل، سراپا سنت زندگانی حیات شیرِ ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ — 8۔ پیارے نبی ﷺ کی پیاری زندگی

9۔ حضرت ثانی لا ثانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت آئینہ سنت مصطفےٰ ﷺ — 10۔ حالات و تعلیمات حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ

11۔ شمائل و معمولات حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ — 12۔ اوصافِ حمیدہ حضرت شیرِ ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

13۔ تصرفات، کشف و کرامات حضرت شیرِ ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ — 14۔ سوانح حیات حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نے تین کتابوں جن میں دو(2) کتابیں ملک حسن علی جامی شرقپوری کی تصنیف ہیں اور ایک کتاب احمد علی قائد کی "آفتابِ ولایت" کے عنوان سے ہے کی طباعت کا اہتمام کیا ہے۔

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ عصرِ حاضر کے وُہ مقتدر بزرگ تھے جن کی نازنین صورت میں سے تمام مشتاقانِ دید نے بلا شبہ اس پرتوِ حُسن کی نورانی جھلکیاں دیکھیں۔ ان کی مفارقت دائمی کے بعد آج بھی ان کے نقوشِ حیات لاتعداد زندگیوں کو اپنی تابندہ روحانی شعاعوں کے ساتھ ضیائے حقیقی بخش رہے ہیں۔ الخ

عزیز احمد علی قائد نے حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے

احوالِ زندگی کا تعارف کرانے کے لیے ایک مختصر اور سیدھی سی راہ اختیار کی ہے جس میں خم نہیں یعنی "آفتابِ ولایت" کے نام سے یہ چند اوراق سپردِ قلم کر کے ایک بہت بڑی خدمت انجام دی ہے جس سے معتقدین کے لیے زیادہ سہولت پیدا ہوگئی ہے کہ اب قلیل وقت میں وُہ اس کے مطالعہ سے اپنی روحانی تشنگی کو رفع کر سکتے ہیں۔

آپ نے کس طرح مردانہ وار احیائے شریعت اور قیامِ امر بالمعروف کا غلغلہ بلند کیا اور احکامِ شریعت کے قیام کی راہ میں اپنی جان تک لڑا دی۔ عشق کی صداقت اور قلب کی طہارت نے آپ کی دعوت و تذکیر میں ایسی تاثیر بخشی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہزاروں آدمی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے۔ آپ کا طور و طریق کچھ عجیب عاشقانہ و والہانہ تھا اور ایسا تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خصائصِ ایمانی کی یاد تازہ کرتا تھا۔

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نے زیرِ نظر کتاب "تجلیاتِ شیرِ ربانی" مرتب فرمائی ہے اور حضرت شیرِ ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کو اجاگر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں مزید لکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی اس علمی کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے اور اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

بجاہ سید المرسلین ﷺ

احقر العباد

22راکتوبر 2011ء

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی
سابق چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ،
پنجاب یونیورسٹی، لاہور

پیشِ لفظ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَاَتۡبَاعِهٖ اَجۡمَعِیۡنَ

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی بفضلہ تعالیٰ علم اور علماء کے قدردان ہیں۔ اس لیے آپ اکثر سکالرز کی میٹنگ منعقد کر کے اہم علمی مسائل پر گفتگو فرماتے رہتے ہیں۔ کبھی مشن کے حوالے سے آئندہ پروگرام کرنے کے لیے کارکنوں کی میٹنگ بلاتے ہیں اور اس میں آئندہ کام کرنے کے بارے میں تجاویز اور آراء و مشوروں کی روشنی میں مناسب فیصلے فرماتے ہیں۔ ایک ایسے ہی اجلاس میں جبکہ شیرِ یزدانی، آفتاب ولایت، ولیِ کامل، شیرِ ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ پر آئندہ کام کرنے کے لیے 200 سے زائد عنوانوں پر مشتمل ایک فہرست آپ قبلہ تیار کروا چکے تھے۔ فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی نے یہ بھی فرمایا کہ اس عظیم کام کا عنوان کیا ہونا چاہیے؟ مختلف تجاویز اور مشوروں کے بعد متفقہ طور پر عنوان ''تجلیاتِ شیرِ ربانی'' رکھا گیا۔ مزید یہ کہ پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صاحب صدیقی نے یہ کام راقم کے سپرد کرنے کی تجویز دی جسے منظور کیا گیا۔ چنانچہ میں نے تین کتابوں پر مشتمل ایک کتاب ''تجلیاتِ شیرِ ربانی'' تیار کی۔ اس میں دو (2) کتابیں ملک حسن علی جامعی شرقپوری کی تحریر کردہ ہیں جبکہ ''آفتاب ولایت'' احمد علی قائد شرقپوری کی تصنیف ہے۔

میں نے ان کتابوں کا انتخاب اس لیے کیا ہے کیونکہ یہ تینوں کتابیں بڑی مستند اور نایاب ہیں۔ ''ذکرِ محبوب'' وہ کتاب ہے جس میں ایسے مضامین شامل کیے گئے تھے

جو کہ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں مختلف رسائل و جرائد اور اخبارات میں شائع ہوتے رہے اور بعد میں ان کو کتابی شکل ''ذکرِ محبوب'' کی صورت میں دی گئی جو کہ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چالیسویں کے موقعہ پر چھپوا کر تقسیم کی گئی۔ اس لیے یہ بڑی مستند کتاب ہے۔ ملک حسن علی جامعی شرقپوری خود اپنی اس تصنیف کے دیباچہ میں تحریر کرتے ہیں:

''معزز ناظرین! میں اس وقت جو کچھ کہہ رہا ہوں فرطِ عقیدت اور جوشِ محبت میں آ کر کہہ رہا ہوں لیکن میں میزان تواریخ اور محدثین کے قائم کردہ اصول و روایات کے مطابق آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی مبارک زندگی کے حالات و واقعات آپ کے پیش کرتا ہوں جن کے مطالعہ کے بعد آپ کو واقعی میرے الفاظ پُر از صداقت معلوم ہوں گے۔ آپ کے حالات و واقعات اس گئے گزرے ضلالت کے زمانہ میں ہماری ڈگمگاتی ہوئی کشتی کے لیے پشتیبان اور ناخدا ہیں۔ جہاں جہاں میری واقفیت یا میری معلومات کے وسائل محدود تھے۔ وہاں میں نے راستباز لوگوں سے سُن کر لکھے ہیں۔ حضرت میاں غلام اللہ صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ نے واقعات کی فراہمی میں میری سب سے زیادہ اعانت فرمائی ہے۔ میرے خیال میں جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے اور اس میں دروغگوئی یا مبالغہ کو کوئی دخل نہیں ہے''۔ کتاب ''ذکرِ محبوب'' نظرِ ثانی کے بعد ''حیاتِ جاوید'' کی شکل میں شائع ہوئی۔ کتاب ''آفتاب ولایت'' بہت ہی عمدہ کتاب ہے۔

جناب پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب نے بحکم قبلہ حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی دامت برکاتہم القدسیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیر ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ و ثانی لا ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی تیاری کی ذمہ داری ناچیز کے سپرد کی۔ اس کتاب کی تیاری کے بارے میں راقم جناب ابوالبقا قدر آفاقی صاحب، صدارتی ایوارڈ یافتہ سے رہنمائی حاصل کرتا رہا۔ انہوں اپنا قیمتی وقت نکال کر نہایت مفید مشورے دیے اور

کتاب پر نظرِ ثانی خلوصِ نیت سے کی۔ انہیں آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے والہانہ عقیدت ومحبت ہے۔ انہوں نے اپنی اس عقیدت ومحبت کا اظہار اس طرح کیا ہے کہ اپنی گرہ سے خطیر رقم خرچ کر کے کتاب کو چھپوا کر حضرت قبلہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس کتاب کی تیاری میں جناب پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صاحب صدیقی، جناب قاضی ظہور احمد اختر صاحب، جناب محمد منشا صاحب تابش قصوری چشتی سیالوی، جناب محمد یٰسین صاحب قصوری نقشبندی، جناب ماسٹر احمد علی صاحب شرقپوری، جناب سعید احمد صاحب صدیقی، جناب قاضی محمد نور اللہ صاحب شرقپوری، جناب صوفی اللہ رکھا صاحب، جناب محمد شیراز فیض صاحب بھٹی، جناب حافظ محمد عالم صاحب اور جناب پروفیسر خالد بشیر صاحب نے مفید مشورے دیے۔ راقم ان سب حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ میرے بیٹے محمد اویس ندیم بھٹی نے اس کتاب کی کمپوزنگ کی ہے اور میری معاونت بھی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین! راقم خاص طور پر جناب ابوالبقا قدر آفاقی صاحب کا مشکور وممنون ہے جو کہ اس کتاب کو چھپوا کر قارئین تک پہنچانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس سعی وکاوش کو شرفِ قبولیت بخشے اور مزید عنوانات پر لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ راقم کو آستانہ عالیہ شیر ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ وثانی لاثانی رحمہ اللہ تعالیٰ شرقپور شریف سے فیضیاب ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین اللھم آمین!

احقر العباد

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری نقشبندی مجددی عفی عنہ — جمعۃ المبارک 11 نومبر 2011ء
حال مقیم: گلی نمبر 13 مکان نمبر 18، کچا — 14/ذی الحج 1432ھ
راوی روڈ محمد پورہ اچھرہ، لاہور — 0300-4355778

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکایت از قدِ آں یارِ دل نواز کلیم
بایں فسانہ مگر عمرِ خود دراز کلیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ فِیْ دِیْنِہٖ مَنِ اجْتَبَا ط وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ رُسُوْلِہٖ وَجَمِیْعِ اَنْبِیَا وَعَلٰی عِبَادِہِ الصُّلَحَا ط وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ۰

وہ عنایتِ الٰہی جس نے حفظِ دینِ محمدی کا بیڑا اٹھایا ہے بموجب ارشادِ نبوی ﷺ امتِ مرحومہ کی اصلاح اور ہدایت خلق اللہ کے لیے وقتاً فوقتاً مصلحین امت پیدا کرتی رہتی ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ہدایات خلقت تک پہنچا کر اس کی حجت کو خلقت پر قائم کریں۔ گو نبوت ہمارے حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو چکی ہے لیکن مطابق اس فرمان حضور ﷺ کے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل سلسلہ ہدایت حسبِ قاعدہ قدیم بذریعہ نائبان ختم المرسلین ﷺ قیامت تک جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور عنایتوں نے اس زمانہ میں ہماری اصلاح ودعوت اور رہنمائی وہدایت کی خلعت سند الکاملین امام العارفین قدوۃ الاولیاء حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو پہنائی اور احیائے سنت و دعوت وتذکیر کا منصب خاص آپ کے سپرد کیا۔ اس ملک میں اس نیلگوں آسمان کے نیچے آپ کا نظیر نہ کسی نے دیکھا اور نہ ڈھونڈنے سے ملے گا۔ بالخصوص آپ جیسے بزرگ کو اس بستی کی گود میں پرورش پانا آج تک نصیب نہیں ہوا۔ آپ کے سلطان سلطنت طریقت اور سالک مسلک شریعت ہونے کا اعتراف صرف آپ کے حلقہ بگوشاں اور مریدین ومتوسلین ہی کو نہیں بلکہ علمائے ظاہر جنہوں نے ایک دفعہ بھی آپ کو دیکھا اور آپ کی صحبت ومجلس

میں بیٹھے بے ساختہ پکار اٹھے کہ آپ کا مثیل اس زمانہ میں موجود نہیں۔ آپ نے اظہارِ حق اور فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی میں جس طرح ثابت قدمی دکھائی اس کی نظیر آپ ہی ہیں۔ بڑے بڑے دنیا دار لوگ، حکومتِ وقت کے عمال آپ کی مجلس میں بال تک نہیں رکھتے تھے۔ آپ ساری زندگی میں کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوئے۔ آپ نے اپنے فضل وکمال سے نہ صرف اپنے خاندان کے گزشتہ ممبروں کو پنجاب اور ہندوستان سے روشناس کرایا بلکہ اپنے خاندان کے مستقبل کے لیے ایسا بیج بویا جس کی کونپلیں انشاء اللہ اس قدر پھلیں پھولیں گی کہ آسمان کی چوٹی سے باتیں کرنے لگ جائیں گی۔ آپ ایک ایسے مشہور خاندان علم وفضیلت سے تعلق رکھتے ہیں جو خاص فضائل کے لحاظ سے اس خطہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقدس خاندان کے سارے بزرگوں کے کمالات اس مقدس ہستی میں جمع کر دیے اور صرف یہیں تک بس نہیں کی بلکہ اپنی طرف سے اس قدر اضافہ کیا جس کا حصار ناممکن ہے۔

قیس سا پھر کوئی نہ اٹھا بنی عامر میں
فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

معزز ناظرین میں اس وقت جو کچھ کہہ رہا ہوں فرطِ عقیدت اور جوشِ محبت میں آ کر کہہ رہا ہوں لیکن میں میزانِ تواریخ اور محدثین کے قائم کردہ اصول روایت کے مطابق آپ کی مبارک زندگی کے حالات وواقعات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جن کے مطالعہ کے بعد آپ کو واقعی میرے الفاظ پُر از صداقت معلوم ہوں گے۔ آپ کے حالات و واقعات اس گئے گزرے ضلالت کے زمانہ میں ہماری ڈگمگاتی ہوئی کشتی کے لیے پشتیبان اور ناخدا ہیں۔ جہاں جہاں میری واقفیت یا معلومات کے وسائل محدود تھے وہاں میں نے حالات راستباز لوگوں سے سن کر لکھے ہیں۔ جناب میاں غلام اللہ صاحب جانشین حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے زیادہ ممنون ہوں۔ جنہوں نے واقعات کی فراہمی

میں سب سے زیادہ اعانت فرمائی ہے۔

پھر اس اعتراف کے بعد کہ حضرت میاں غلام اللہ صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی سجادہ نشین صاحب نے میری خوب اعانت فرمائی اور از راہِ کرم از حد تعاون فرمایا۔ میرے خیال میں جو کچھ میں نے لکھا ہے حقیقت پر مبنی ہے اور اس میں دروغگوئی یا مبالغہ کا کوئی دخل نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنی بے انتہا عنایت سے مجھے میرے مقصد پر کامیاب کیا۔ کیا عجب ہے کہ میرے مسلمان بھائی بالعموم اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین ومتوسلین بالخصوص اس ناچیز تالیف سے دارین کا نفع حاصل کریں اور اس ہادی کا تتبع اختیار کریں۔ خداوند تو میری اس حقیر تالیف کو قبول فرما اور اس کی مقبولیت عام لوگوں میں پھیلا۔ آمین اللّٰھم آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد عظام کا ذکر

پھر قبلہ میاں صاحب کے اجداد کا ذکر کیا اور شجرہ شریف یوں دیا ہے اور حالات بھی لکھے ہیں۔

قبل اس کے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہٗ کے واقعات بیان کروں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے واجب الاحترام اجداد کے متعلق جس قدر اسناد ووثوق کے ساتھ معلوم ہوا ہے لکھوں۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد عظام کا اصل وطن افغانستان تھا۔ جب اسلامی فتوحات نے معراجِ ترقی پر قدم رکھا تو افغانستان کے بہت سے شریف گھرانے پنجاب وہندوستان میں آ بسے۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد پہلے دیپالپور میں مقیم ہوئے۔ پھر زمانہ کے انقلاب نے اس خاندان کے چند بزرگوں کو شہر قصور میں پناہ لینے پر مجبور کیا۔ چونکہ وہ سر برآوردہ علم وعمل تھے۔ اس لیے شہر قصور کے روسا اور پٹھانوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے اپنا حلقہ بگوش بنا لیا۔ وہ سب کے سب آپ کے اجداد کو

مخدوم کہہ کر پکارتے تھے۔ علومِ دینیہ کی درس و تدریس اُن کا بہترین مشغلہ تھا۔ قلمی قرآن مجید لکھا کرتے تھے۔ حفظِ قرآن کی نعمت اس خاندان میں وراثۃً چلی آتی تھی۔ دُور دراز سے لوگ آ کر ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتے تھے۔

میں اس مقام پر ناظرین کے لیے آپ کے خاندان کے مفرد حضرات کا شجرہ نسب لکھتا ہوں۔

شجرہ

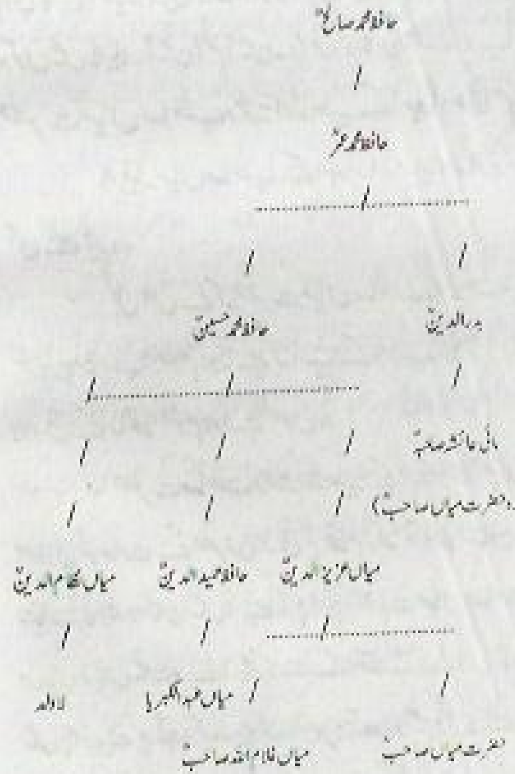

حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک نہایت ہی بزرگ اور فقیر طبیعت حافظ، عالم و عابد شخص تھے۔ آپ کے انتہا سے زیادہ بڑھے ہوئے زہد و عبادت کا چرچا گھر گھر پھیلا ہوا تھا اور ضمیری و روحانی جوہروں اور ریاضت و مجاہدات کے کرشموں کے ڈنکے ایک عالم میں بج گئے تھے۔

شہر قصور کو اس وقت جو عروج اور ترقی حاصل تھی وہ شاید آج بھی اسے نصیب نہ ہو۔ یہاں کے باشندے نہایت خوشحال اور دولت مند تھے۔ ہر قسم کے باکمال اور اہلِ ہنر کا وجود پایا جاتا تھا۔ تجارت و فلاحت کا بھی مرکز تھا لیکن بدقسمتی سے نواب نظام الدین خاں حاکم قصور سے ۱۸۵۹ء میں رنجیت سنگھ کا بگاڑ ہو گیا۔ رنجیت سنگھ نے شہر قصور پر یورش کر دی اور شہر قصور کو ویران کر دیا۔ اس کے دو تین سال بعد نواب قطب الدین خاں حاکم قصور کے عہد میں رنجیت سنگھ نے دوبارہ فوج کشی کی۔ رنجیت سنگھ کا ارادہ درحقیقت ریاست کے چھیننے کا تھا۔ اگرچہ پٹھانوں نے یکدل و جان ہو کر اپنی قیام گاہ عزت و آبرو کے واسطے اس بار سخت جنگ کی لیکن دو ماہ کے محاصرہ کے بعد جس قدر غلہ شہر میں تھا۔ لشکر اور رعیت نے کھا لیا اور لوگوں نے مویشی اور سواری کے گھوڑے مار کھائے۔ جب شہر کی خلقت تنگ آئی تو جس طرح ہو سکا۔ لوگ شہر سے نکل کر بھاگ گئے۔

حضرت میاں غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی ایام میں تن تنہا نکل کر حجرہ شاہ محمد مقیم چلے گئے۔ حجرہ شاہ محمد مقیم جس وقت پہنچے تو وہاں مسجد میں دو صاحبزادے تختیوں پر مشق کر رہے تھے۔ حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے خوشنویس اور نامی کاتب تھے۔ انہوں نے صاحبزادوں سے تختی لے کر دو حروف اپنے قلم سے ڈال دیے۔ صاحبزادوں نے وہ حروف اپنے والد حضرت قطب علی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ حجرہ شاہ محمد مقیم کو جا کر دکھائے۔ چنانچہ اس طرح حضرت قطب علی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین کو حضرت میاں غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کا علم ہو گیا۔ انہوں نے حضرت میاں غلام

رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی عزت وتکریم کی۔

رنجیت سنگھ نے قصور کے بعد اطراف و جوانب کے علاقوں کو بھی غارت کرنا شروع کردیا۔ چنانچہ صاحب سنگھ بیدی جو گورونانک کی اولاد سے تھا نے حجرہ شاہ محمد مقیم پر یورش کردی۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے نکلے اور شرقپور آکر پناہ لی۔ مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حجرہ شاہ محمد مقیم سے شرقپور کے زرگروں کے بزرگ پیر بخش، نادر بخش، خدا بخش وغیرہ بھی شرقپور آگئے۔ یہاں کے لوگوں نے آپ سے اس قدر ہمدردی وغمخواری کی کہ آپ یہیں مقیم ہوگئے۔ جس جگہ اب مسجد میاں صاحب واقع ہے۔ اس جگہ اس زمانے میں شہر کا کوڑا کرکٹ ہوتا تھا۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ شرقپور کے زمینداروں کی مدد سے جگہ کو پاک صاف کرکے مسجد کی بنا رکھ دی اور اس جگہ کو اپنے درس وتدریس اور افتا کا مرکز بنالیا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دامن میں حق وصداقت کا تخم رکھتے ہیں۔ وہ جس سرزمین پر جانکلتے ہیں۔ وہیں اپنی فصل خود تیار کرلیتے ہیں۔

حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اولاد نرینہ نہ تھی۔ صرف ایک ہی صاحبزادی تھی۔ جن کا نام بی بی آمنہ تھا۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت میاں محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے کردیا۔ حضرت میاں محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب دو تین واسطوں سے حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جاملتا ہے۔ بوجہ نہ ہونے اولاد نرینہ کے حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کو یہیں شرقپور منگوالیا۔ پس شرقپور کے بڑے بڑے آدمی مثلاً ملک الیاس، حکیم شیر علی، حافظ احمد یار وغیرہ سب حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ آپ کی برکت سے شرقپور کے گھر گھر علم وہدایت کا چرچا ہوگیا۔ آخر بروز سہ شنبہ ۲۴ شہر رجب ۱۲۸۰ھ ۵ جنوری ۱۸۶۴ء بمطابق ۲۳ پوہ ۱۹۲۰ بکرمی آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی تاریخ وفات لفظ

عفر سے ۱۲۸۰ نکلتی ہے۔ آپ کے بعد آپ کی جگہ حافظ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلق خدا کی خدمت کرتے رہے۔ حافظ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قصور میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ حافظ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تین بیٹے تھے۔ سب سے چھوٹے میاں نظام الدین تو لاولد ہی فوت ہوگئے تھے اور سب سے بڑے بیٹے حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد تھے۔ بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند، خوف خدا، شب بیدار۔ غرضیکہ ہمہ صفت موصوف۔ محکمہ ونجکسی نیشن میں ملازمت اختیار کرلی۔ مدت دراز تک ملازم رہے۔ آخر دوران ملازمت بمقام قصبہ بھوانی ضلع حصار میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کو وفات پائے قریباً بیس سال گزر چکے ہیں۔ آپ کے ایک خادم جو آپ کے ہمراہ کچھ مدت رہے ہیں۔ اس وقت شرقپور میں موجود ہیں اور وہ رو رو کر آپ کے حالات بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے نوکروں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اپنے کپڑے بھی دھوتے تھے اور اپنے نوکروں کو بھی دھو کردیتے تھے۔ رشوت کی ایک کوڑی تک کسی سے ساری عمر نہیں لی۔ حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے بھائی حضرت میاں حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ عالم اور قرآن کے حافظ تھے۔ حضرت میاں محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مسجد کا انتظام آپ ہی کے سپرد رہا۔ اس وقت شرقپور میں بہت حفاظ آپ کے شاگرد موجود ہیں۔ آپ بہت سے کمالات اور خوبیوں کے جامع تھے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اور طفولیت

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ باوجود کوشش کے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کی صحیح تاریخ دستیاب نہیں ہوسکی۔ صرف اس قدر معلوم ہوسکا ہے کہ آپ کی ولادت ۱۸۶۳ء میں ہوئی۔ دیگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا سن ولادت بالکل صحیح

ہے۔ آپ اپنے انتقال سے چند ماہ پیشتر فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی عمر ۶۳ سال تھی اور میری عمر حضور ﷺ کی عمر سے دو سال زیادہ ہو گئی ہے۔

لہٰذا آپ کی عمر رحلت کے وقت بلا ریب پینسٹھ سال کی تھی۔ اس لیے کہ حساب لگانے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۶۳ء آپ کی ولادت کا سال ہے۔ والدہ ماجدہ کا نام مائی عائشہ تھا جو میاں بدر الدین صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی عصمت مآب اور محترم صاحبزادی تھیں۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا زمانہ کچھ ایسا حیرت افزا اور نرالا تھا جس کی نظیر دنیا کے عام بچوں میں پائی جانے کی ہرگز امید نہیں۔ آپ کی بھولی بھالی صورت میں فطرت نے وہ محبوبانہ ادائیں کوٹ کوٹ کر بھر دی تھیں۔ جنہوں نے آپ کے والد حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ ہی کو نہیں بلکہ آپ کے نانا حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے مستغنی مزاج کو آپ کا فریفتہ و شیدا بنا دیا۔ حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بلند اقبال اور ہونہار بچے سے بے حد محبت رکھتے تھے۔ جوں جوں آپ بڑے ہوتے تھے۔ سارے گھرانے اور خاندان کی توجہ آپ کی طرف زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اس وقت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جن کی عمر قریباً ایک برس کی تھی۔ اپنے سینے سے لگا کر روحانی فیضان سے مالا مال کر دیا۔ مسکینی، غریبی، کم گوئی، تفکر، آہستگی سے بات کرنا۔ غرضیکہ بہت سی خصلتیں جو بچوں میں کم دیکھی جاتی ہیں۔ آپ میں موجود تھیں۔ بچپن سے اپنے نفس امارہ کو احکام خداوندی کا پورا پورا مطیع اور فرماں بردار بنا لیا۔ تقویٰ اور پرہیزگاری، اطاعت الٰہی، خداداد خلق، بے مثل تواضع، نیک نیتی، وفا شعاری، خدا ترسی۔ غرضیکہ یہ باتیں بوجہ احسن آپ میں پیدا ہو گئی تھیں۔ آپ کی پیشانی اسی وقت سے ہی اس جاہ و جلال کا صاف

پتہ دیتی تھی جو آئندہ زمانے میں آپ کو نصیب ہونے والا تھا۔

بالائے سرش ز ہوشمندی
مے تافت ستارۂ بلندی

تعلیم و تربیت

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بعد ختم قرآن مجید مڈل سکول شرقپور میں بٹھایا گیا۔ مدرسہ کی تعلیم میں آپ کی طبیعت بالکل نہ لگتی تھی۔ اپنے والد حضرت میاں عزیز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر صرف پانچویں جماعت تک ہی تعلیم پائی۔ مدرسہ سے جب چھٹی ملتی تو دوسرے بچے کھیل کود میں مشغول ہو جاتے۔ لیکن آپ مسجد میں گوشہ تنہائی اختیار کرتے اور اللہ کا ذکر کرتے۔ جب مدرسہ کی تعلیم چھوڑ دی تو حضرت میاں عزیز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تعلیم و تربیت اپنے چھوٹے بھائی حافظ حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کی۔ میاں حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی کی چند درسی کتب آپ کو پڑھائیں۔ کچھ دنوں حکیم نیر علی صاحب مرحوم سے بھی پڑھتے رہے۔ بس آپ کا منتہائے تعلیم ظاہری یہاں تک ہی ہے۔ تعلیم کی نسبت آپ کو خوشنویسی سے زیادہ لگاؤ رہا ہے۔ مدرسہ میں بھی آپ کی خوشخطی مشہور تھی۔ مدرسہ چھوڑنے کے بعد آپ نے اس فن اور نقاشی میں اس قدر مشق کی کہ بڑے بڑے کاتب اور خوشنویس اور نقاش آپ کے قطعات مکتوب اور بیاضیں دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔ کئی قلمی قرآن مجیدوں کو جن کے اول اور آخری حصص بوسیدہ ہو گئے تھے۔ آپ نے ان کو قلم سے مکمل کیا۔ اگرچہ علمائے ظاہر ہمیشہ آپ پر کم علمی کا طعن رکھتے رہے لیکن وہ اس حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں کہ ان ظاہری اکتسابی علوم کے علاوہ ایک اور علم بھی ہے جسے اصطلاح قرآن مجید میں علم لدنی کہتے ہیں اور جس سینہ کو اللہ تعالیٰ علم لدنی سے نوازتے ہیں اسے علم ظاہری کی مطلقاً نہ

بھول بھلیوں سے پاک وصاف رکھتے ہیں۔ یہ وہ مدرسہ ہے جس کا معلم خود خالقِ ارض وسما ہوتا ہے۔ تمام اولوالعظم انبیاء ورسل اور اکثر صدقاء، شہداء اسی مدرسہ وہبی سے ہی تعلیم پا کر دنیا میں آئے اور دنیا کی کایا کو پلٹ دیا۔ مدرسہ وہبی کے تعلیم یافتوں کا رنگ ڈھنگ بالکل سادہ ہوتا ہے۔ ان کی باتوں میں سیدھی سادھی مثالیں ہوتی ہیں لیکن ان مثالوں کا ایسا زبردست اثر ہوتا ہے کہ بڑے بڑے سخت دل آدمیوں کا روتے روتے کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔ اور ان بڑے فاسقوں کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ ان کے کلام کا ہر ایک لفظ ان کے دلوں کو چھید کر آر سے پار ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے عالموں کی گردنیں ان کے سامنے جھک جاتی ہیں اور علم کو ان کے علم کے مقابلہ میں جول میل افسانہ کہتے ہیں۔ امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مصلحین امت کی ایک جماعت ایسی ہوئی ہے جو صرف اسی مکتب الٰہی کی تربیت یافتہ تھی۔ چونکہ اس وقت تفصیل کا مقام نہیں ورنہ اس موضوع پر کچھ اور روشنی ڈالتا۔ اس خاکسار (مؤلف) کی نظر میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علم بھی اسی قبیل سے تھا اور اسی فیضانِ الٰہی کا نتیجہ تھا کہ آپ فارسی اور اردو زبان کی کتابیں بلا روک ٹوک پڑھ لیتے تھے۔ البتہ عربی زبان میں چونکہ پوری قدرت حاصل نہ تھی۔ اس لیے عربی کتابوں کے تراجم منگوالیا کرتے تھے۔ آپ کے کتب خانہ میں عربی، فارسی اور اردو زبان میں ہزارہا کی تعداد میں کتابیں موجود ہیں۔ اس وقت تک ہندوستان میں قرآن حکیم کی تفسیر اور صاحبِ قرآن یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت وحیاتِ طیبہ کے متعلق اردو زبان میں جتنی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ سب کی سب آپ کے کتب خانہ میں موجود ہیں اور ان میں سے کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جسے آپ نے دو دفعہ مطالعہ نہ فرمایا ہو۔ اگرچہ آپ کے کتب خانہ میں تصوف وسلوک اور فقہ ومسائل کا بھی ایک کافی ذخیرہ ہے اور آپ کو ان سے بہت شغف رہا ہے لیکن آخر عمر میں آپ کی توجہ صرف قرآن اور سیرتِ طیبہ نبویہ ﷺ کے

مطالعہ کی طرف مبذول ہو گئی تھی اور آپ اپنے جملہ تعلیم یافتہ احباب کو بھی یہی وصیت کرتے تھے کہ قرآن مجید پڑھو اور سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کرو۔ یہ بات منجملہ آپ کے خصائصِ مقاماتِ ولایت سے ہے اور حقیقت یہ کہ قرآن اور صاحبِ قرآن کی سیرت وحیاتِ مقدس کے مطالعہ سے بڑھ کر نوعِ انسانی کے تمام امراضِ قلوب وعلل ارواح کا اور کوئی علاج نہیں اور یہی نسخۂ شفا موجودہ زمانے کے شک وریب کے سارے دکھوں کا علاج ہے۔

اسلام کا دائمی معجزہ اور ہمیشگی کی حجۃ اللہ البالغہ قرآن کے بعد اگر کوئی چیز ہے تو صاحبِ قرآن کی سیرت ہے اور دراصل قرآن وحیاتِ نبوت معناً ایک ہی ہیں۔ قرآن متن ہے اور سیرت اس کی شرح۔ قرآن علم ہے اور سیرت اس کا عمل۔ قرآن صفحات وقراطیس میں ہے اور محمد ﷺ ایک مجسم ومثل قرآن تھے۔ جو یثرب کی سرزمین پر چلتے پھرتے نظر آتے تھے اور یہی تفسیر ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول کی ”وکان خلقہ القرآن“۔

مادو جانے آمدہ در یک بدن　　　من کیم؟ لیلیٰ ولیلیٰ کیست؟ من!

اگرچہ مذکورہ بالا باتیں بلاقصد زبان قلم پر آگئی ہیں اور نہ ہی ان کا موقع تھا لیکن زیادہ تر یہ خیال باعث ہوا کہ شاید بعض اصحاب کے لیے سودمند علم وعمل ہو۔

فتشبهوا ان لم تكونوا مثلهم
ان التشبه بالكرام كرام

بچپن سے سنِ رُشد تک کے عام حالات

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ اس وقت تعلیم سے آپ کی طبیعت اکتائی تھی اور نوافل وذکر

واذکار کی طرف راغب تھی۔ ساری ساری رات یادِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ آبادی سے دور آپ ویرانوں اور قبرستانوں میں چلے جاتے۔ کئی کئی روز تک فاقہ کشی کر کے سنتِ نبویہ ﷺ سے مشرف ہوتے تا آنکہ آپ پر عالمِ مثال کے اسرار و عجائب مکشوف ہونے شروع ہو گئے۔

آپ کے معاصرین جنہوں نے آپ کی اس حالت کو دیکھا ہے بتلاتے ہیں کہ آپ کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ ادنیٰ سی آواز پر بھی وجد طاری ہو جاتا۔ آپ کئی کئی گھنٹوں تک ہوش میں نہ آتے۔ کنوئیں کی چرخی کی آواز بھی آپ کو بے قابو کر ڈالتی۔ آپ کی نظر میں ایک بجلی کا اثر تھا۔ جس شخص کی طرف آپ توجہ سے دیکھتے اسے بے قابو کر دیتے۔ اس زمانہ میں شراب عشقِ الٰہی صہبائے خمیر آنجناب میں اس قدر رغلیان (جوش، جذبہ، غلبہ) تھی کہ بڑے بڑے مستقل مزاجوں کو آپ کی توجہ کے وقت آہ و نالہ اور گریہ و بکا امکان میں نہ رہتا۔ آپ کی مسجد میں ایک عرب آیا۔ اس نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو کہا: ''ھذا المجنون'' لیکن آپ مجنون نہیں تھے۔ جنون تھا تو عشقِ الٰہی کا۔ آپ نے اس (عرب) پر جو ایک نظر کی تو اس پر وجد کی سخت حالت طاری ہو گئی۔

آپ کے والد محکمہ ڈیکسی نیشن میں چالیس روپیہ مشاہرہ پر ملازم تھے۔ آپ کے ذاتی اخراجات کے لیے دس روپیہ ماہوار بھیجتے تھے لیکن آپ کی شاہ خرچی کا یہ حال تھا جو کچھ ہاتھ میں آتا درویشوں، مسافروں اور غرباء میں لٹا دیتے۔ اگر کوئی پگڑی مانگتا تو اپنی پگڑی اتار کر دے دیتے۔ اگر کرتا مانگتا تو کرتا اتار کر دے دیتے۔ کھانا کبھی اکیلے نہ کھاتے بلکہ چند احباب کو ساتھ ملا کر کھاتے۔ یہ رقم آپ کے لیے بالکل ناکافی ہوتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بازار میں آپ ہمیشہ مقروض رہتے۔ جب آپ کے والد صاحب چھٹیوں میں گھر آتے تو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سارا قرض اتار دیتے۔ حضرت میاں عزیز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے صاحبزادہ کی یہ حالت ہرگز گوارہ نہ تھی۔ انہیں یہ شبہ ہو گیا کہ میرا بیٹا دیوانہ اور باؤلا ہو گیا ہے۔ آپ کے چچا حضرت حافظ حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کو باؤلا کہہ کر پکارتے تھے۔

آپ کی والدہ مرحومہ مغفورہ بھی آپ کی اس روش کو ناپسند کرتی تھیں کیونکہ آپ گھر میں جو چیز دیکھتے۔ خدا کی راہ میں لٹا دیتے۔ جود و سخاوت میں تو آپ کے مقابلے میں حاتم طائی کے قصے بھی افسانوں سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔

آخر ایک روز حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ کو جبکہ آپ اپنے صاحبزادہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حالت پر پشیمان ہو رہے تھے۔ عاقہ حصار کے ایک صاحبِ کشف فقیر نے بشارت دی کہ گھبراؤ مت۔ تمہارا یہ بیٹا مقبول بارگاہِ الٰہی ہے۔ ایک دن بڑا با اقبال ہوگا اور جب اس کی عمر چالیس سال کی ہو گی تو اس کا عروج دیکھو گے!

حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اس بشارت سے اطمینان ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کا دل اپنے بیٹے کی طرف سے کبھی مکدر نہ ہوا اور پھر حتی الوسع ان کی خواہشات کے راستے میں کبھی رکاوٹ نہ بنے۔

بیعت

اب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی ہادی و مرشد کی تلاش میں تھے جس کی وساطت سے آپ اس مقام تک پہنچ جائیں جو آپ کے پیشِ نظر تھا اور چونکہ اس مقام تک بدون توسل مرشد کامل کے سخت دشوار بلکہ غیر ممکن ہے۔ اس لیے آپ ہمیشہ ٹوہ اور تلاش میں رہتے۔ آپ کے خاندان کے جملہ بزرگان کا تعلق آپ سے پیشتر حجرہ شاہ محمد مقیم سے تھا۔ آپ نے بھی حضرت پیر سعادت علی رحمۃ اللہ علیہ، سجادہ نشین حجرہ شاہ محمد مقیم کی خدمت میں مرید ہونے کے لیے درخواست کی۔ حضرت پیر سعادت علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ہم میں بہت سی بدعات پیدا ہو گئی ہیں۔ آپ کسی ایسے صاحبِ باطن سے تعلق پیدا کریں جس کا مسلک 'علی منہاج النبوت ہو'۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو حضرت میاں امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ جیسے پیر کامل و اکمل مل گئے۔ جن کی برکت، صحبت اور انوارِ ہدایت سے آپ نے اشغال طریقہ نقشبندیہ میں تھوڑی ہی مدت کے اندر کمال پیدا کر لیا۔ اس زمانہ میں کئی سجادہ نشین حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے حلقہ بیعت میں لینے کی کوشش کرتے

رہے مگر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ان رسمی اور دُکاندار سجادہ نشینوں سے مطمئن نہ ہونے والی تھی۔ آخر اطمینان قلب نصیب ہوا تو اپنے پیشوا حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن کوٹلہ شریف (پنجو بیگ) کی صحبت بابرکت میں ہی رہنے سے۔

حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں صاحب کے مرشد و پیشوا حضرت بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نہایت بلند قامت حسین وجمیل اور خضر صورت بزرگ تھے۔ آپ کا رنگ سرخ، ریش سفید، پیشانی کشادہ اور بینی دراز تھی۔ خندہ رو تھے۔ عمر شریف سو سال سے اوپر تھی لیکن ابرو پر بل نہ پڑا۔ آپ کو قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت ملی تھی۔ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ طریقت قطب الاقطاب غوث الاغیاث حاجی حرمین شریفین المکرمین حضرت شاہ حسین المعروف بھورے والے قدس سرہٗ تھے۔ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آپ کو کوٹلہ شریف میں متعین کیا گیا تا کہ آپ اراضیات متعلقہ مکان شریف کی نگرانی رکھیں۔ اصل وطن آپ کا دھرم کوٹ ضلع گورداسپور تھا۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو حد درجہ کی محبت تھی۔ ایک بار شرقپور تشریف لائے۔ برسات کا موسم تھا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خاطر آپ کی فہمائش پر چائے پکانے لگے۔ لکڑی وغیرہ ہاتھ نہ آئی تو اپنی دستار مبارک سے ہی سے ایندھن کا کام لیا۔ آپ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت اور خلوص نے دل میں جگہ کر لی۔ ایک بار حضرت بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ شرقپور تشریف لائے تھے۔ جب شرقپور سے عازم کوٹلہ شریف ہوئے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ رخصت کرنے کے لیے ساتھ ہو لیے۔ شرقپور کے باہر ترکھانوں کی دُکان پر آپ کو کسی ضرورت کے لیے ٹھہرنا پڑا۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ دُکان

والوں کی درخواست پر چارپائی پر بیٹھ گئے لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بوجہ ادب زمین پر ہی دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ اگرچہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کپڑے سب کے سب خراب ہو گئے۔ مگر کچھ پرواہ نہ کی۔ بعض اوقات حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کوٹلہ شریف تشریف لے جاتے۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اونٹنی پر سوار ہوتے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمراہ پیدل دوڑتے ہوئے جاتے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ شریف میں اپنے پیشوا کی خدمت میں کئی روز تک رہتے۔ وہاں چکی پیستے اور لکڑیوں کی گٹھڑیاں لاتے۔ ایک دن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا: ''آپ آیندہ لکڑیوں کی گٹھڑیاں نہ لایا کریں''۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سخت وجد کی حالت طاری ہوتی۔ کوٹلہ شریف کے باہر چھپڑ میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ غسل کرنے کے لئے داخل ہوئے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کتے کے بھونکنے کی آواز پر پانی ہی میں وجد طاری ہو گیا۔ وجد ایسا سخت تھا کہ آدمی کے قد کے برابر پانی کی سطح سے اوپر اٹھتے اور تہ آب تک جا گرتے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پکڑو پکڑو۔ لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مچھلی کی طرح اِدھر اُدھر نکل جاتے اور کسی کے قابو میں نہ آتے۔

حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں رحمۃ اللہ علیہ کے حد سے بڑھے ہوئے خلوص، حسن عقیدت اور رابطہ اتحاد کو دیکھ کر فرمادیا: ''جو میرے اور شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان فرق سمجھے گا وہ بے ایمان ہے''۔ ایک بار پھر فرمایا: ''شیر محمد تم مجھ سے بڑھ گئے''۔ پھر ارشاد فرمایا: ''میری جو کمی تھی وہ شیر محمد نے پوری کر دی ہے''۔ ایک دفعہ زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا: ''میری اور شیر محمد کی مثال حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی سی ہے''۔ لوگوں سے فرمایا کرتے ''میاں شیر محمد کی فقیری آج کل والی نہیں۔ سلف صالحین کے طریق پر ہے''۔ حضرت بابا امیر الدین

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بہت پیار تھا۔ شرقپور میں چند لوگوں نے بھی بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے اور تعلیم سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اشغال نقشبندیہ میں کمال حاصل کر لیا۔ لطائف ششگانہ مفتوح ہو گئے۔ سلطان الذکر کی منزل طے ہو گئی۔ نفی و اثبات اور طریقہ یادداشت باحسن وجوہ حاصل ہو گیا۔ اس کے بعد بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نقشبندی سلسلہ میں بیعت لینے کی اجازت فرمائی۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مزار مبارک پر اکثر جایا کرتے اور مراقبہ میں بیٹھ کر آپ کی روح سے فیضان حاصل کرتے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نقشبندی سلوک میں پنجابی زبان میں ایک رسالہ ''چشمہ فیض معرفت'' کے نام سے لکھا جو چھپ چکا ہے۔ اس رسالہ میں آپ نے اپنے پیشوائے طریقت حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات اور اشغال طریقہ نقشبندی لکھے ہیں۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسند تلقین و ارشاد پر آپ کا تصوفی طریقہ

چونکہ اشغال نقشبندیہ طالبان کے لیے نہایت مشکل ہیں۔ آج کل طبیعتیں بہت کمزور ہو گئی ہیں اور ان اشغال پر عمل پیرا ہو کر حصولِ مراد کی استعداد باقی نہیں رہی۔ اس لیے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشغال کو نہایت آسان اور سہل الحصول کر دیا ہے۔ آپ حصولِ تقربِ الٰہی کے لیے عموماً تین شغل فرمایا کرتے۔ ذکر، تلاوتِ قرآن

مجید اور نماز۔ ذکر کے متعلق آپ اپنی مجالس میں اور اپنے احباب کو مکتوبات میں جو کچھ ارشاد فرماتے اس کا ملخص یہ ہے۔

''ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشادِ خداوندی: فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (النساء: ۱۰۳)۔ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ذکر کرو۔ رات دن، خشکی تری، سفر حضر، تونگری فقر، تندرستی، مرض خفیہ علانیہ اور بعض صوفیا نے فرمایا ہے کہ ہر فرض عبادت کی حق تعالیٰ نے کوئی حد اور انتہا ضرور مقرر فرمائی ہے اور عذر کے وقت معذور بھی قرار دیا ہے۔ مگر ذکر کی کوئی بھی حد نہیں۔ جہاں پہنچ کر ختم ہو جاوے اور کوئی عذر بھی قابلِ سماعت نہیں۔ کیونکہ بجز مجنون کے اس میں کوئی معذور نہیں اور اگر کسی کو معذور قرار دیتے تو وہ حضرت ذکریا علیہ السلام ہوتے کہ باوجود بڑھاپے اور اس قدر ضعف کے کہ بات تک کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اس طرح حکم ہوا۔ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ملا کہ تمہارے لڑکا پیدا ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تین دن کسی آدمی سے کلام نہ کرو گے مگر اشارہ کے ساتھ اور خدا تعالیٰ کا ذکر بکثرت کرتے رہنا۔ اور اگر کسی کے لیے ذکر ترک کرنے میں کوئی عذر قابلِ لحاظ ہوتا تو غازی و مجاہد کا شغل ہوتا مگر ان کو بھی مشقت اور مشغولی کے باوجود یوں حکم ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ '' کہ اے ایمان والو جب کافروں کے ساتھ جنگ کیا کرو تو پاؤں جمائے رکھو اور اللہ کا ذکر بہت کرو تاکہ فلاح پاؤ''۔ نیز قیامت کے دن ساری عبادتیں، نماز روزہ وغیرہ ساقط ہو جائیں گی۔ اس لیے کہ عالمِ آخرت میں بندے مکلف نہ ہوں گے۔ مگر ذکر آخرت میں بھی زائل نہ ہوگا۔ نیز حق تعالیٰ دوسری جگہ سورہ جمعہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ''اللہ تعالیٰ کا کثرت سے

ذکر کرو تاکہ فلاح پاؤ" اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر جہاد، صدقات اور خیرات سب سے افضل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ذکر سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔ ذکرِ الٰہی کے لیے ایک مغز اور تین پوست ہیں اور مغز تو مقصود بالذات ہے۔ مگر پوست اس کے لیے مقصود اور محبوب ہیں کہ وہ منزل تک پہنچنے کے ذرائع اور اسباب ہیں۔ پہلا پوست صرف زبان سے ذکر کرنا ہے اور پوست قلب سے ذکر کرنا اور جبراً با تکلف اس کا خوگر ہونا۔ یاد رکھو کہ قلب کو اپنی حالت پر نہ چھوڑنا چاہیے کیونکہ اس کو تفکرات اور تخیلات میں پڑنے سے پریشانی ہوتی ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ اس کی مرغوب شے یعنی ذکرِ الٰہی اس کے حوالے کر دی جائے تاکہ اس کو اطمینان حاصل ہو جائے۔ تیسرا پوست یہ کہ ذکرِ الٰہی قلب میں جگہ کر لے اور ایسا گڑ جائے کہ اس کا چھڑانا دشوار ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے درجے میں جس طرح قلب کو ذکر کی عادت ڈالنے میں دقت پیش آئی تھی۔ اس تیسرے درجے میں قلب سے ذکر اللہ کی عادت اس سے زیادہ دشوار ہو جائے۔ چوتھا درجہ جو مغز اور مقصود بالذات ہے۔ وہ یہ ہے کہ قلب میں ذکر کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔ بلکہ مذکورِ حق تعالیٰ کی ذات ہی ذات باقی رہ جائے کہ نہ قلب کی طرف توجہ رہے نہ ذکر کی جانب التفات اور نہ اپنی خبر ہو اور نہ کسی دوسرے کی غرض۔ ذاتِ بحت میں استغراق ہو جائے۔ اسی حالت کا نام فنا ہے اور اس حالت پر پہنچ کر بندہ کو نہ اپنے ظاہری حس و حرکت کا علم ہوتا ہے اور نہ باطنی عوارض کا۔ یہاں تک کہ اپنے فنا ہو جانے کا علم بھی نہیں رہتا کیونکہ فنا ہو جانا بھی تو خدا کے علاوہ دوسری ہی چیز ہے اور غیر اللہ کا خیال میل کچیل اور کدورت ہے۔ پس فنا کا علم بھی اس درجہ میں پہنچ کر کدورت اور بُعد ہوا۔ یہی وہ حالت ہے جس میں اپنے وجود کے فنا کے ساتھ خود فنا سے بھی فنایت ہوتی ہے"۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ خواہ کچھ بنے نہ بنے مگر ذکر

شریف کمر بستہ کئے جاؤ۔ ایک دفعہ حکایت بیان فرمائی۔ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا۔ اسے ندا ہوئی کہ تمہاری ستر سال کی بندگی قبول نہیں ہوئی۔ اس نے جواب دیا۔ ہمیں بندگی کرنے کی غرض ہے خواہ قبول ہو یا نہ ہو۔ ارشاد فرمایا: "اللہ اللہ کہو۔ اللہ ہے تو نہ رہو"۔

چونکہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، صاحب جذب تھے۔ مستعد طبیعتوں کو ایک ہی جلسے میں لطائف شش گانہ کے دروازے مفتوح کر کے سلطان الذکر کی منزل تک پہنچا دیتے اور یہ خاصا خاندانِ نقشبندیہ ہی کا ہے کہ سالک کو ابتدائے حال میں اس قسم کی عنایات پیرِ طریقت کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے جو دوسرے سلسلوں کے انتہا میں حاصل ہوتی ہیں۔

آپ ہر کسی سے بیعت نہ لیتے تھے بلکہ عوام الناس سے لفظ بیعت تک بھی سننا گوارا نہ کرتے۔ فرمایا کرتے کہ بیعت کے معنی اپنے وجود کو اور اس کی جملہ خواہشات کو اپنے شیخ کے ہاتھ میں فروخت کر ڈالنا ہوتا ہے اور جب لوگ ایسا نہیں کرتے تو اس رسمی اور مروجہ بیعت کی کیا حاجت ہے۔ اگر کسی نے مان لیا تو بیعت ہی بیعت ہے۔ لیکن با ایں ہمہ پھر بھی خواص کو اپنے حلقۂ بیعت میں داخل کر لیتے۔ عوام الناس کی اصلاح کے لیے شاہراہِ نبوت پر چلا کرتے۔ ہر ایک کے حسبِ استعداد اکثر درود شریف خضری صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمْ کم سے کم سو بار اور زیادہ سے زیادہ دو ہزار بار پڑھنے کی تلقین فرماتے۔ بعض کو سورۃ الحمد شریف، سورۃ اخلاص، سورۃ الم نشرح، آیت الکرسی، معوذتین اور قرآن شریف کی بعض دوسری آیات بعد ہر نماز چند چند بار کی تلقین فرماتے۔ مرض الموت میں سب کو تلقین کی کہ ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص اور گیارہ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط پڑھا کریں۔ یہ کلمات آپ نے متعدد بار دہرائے۔

تصور شیخ کے متعلق ایک دفعہ ارشاد فرمایا: ''اگر بے تکلف پک جائے تو خیر ورنہ ہمارے طریقہ میں تصور اسم ذات ہی کا ہے۔ ہم نے سب وظیفوں کو چھوڑ کر اسم ذات ہی کو مقدم رکھا ہے''۔

آپ کی خدمت میں بڑے بڑے علما، سجادہ نشین تشریف لاتے، امراء، ملازمین، تجار اور عوام الناس کا کوئی گنت شمار نہیں۔ پنجاب کا کوئی ضلع آپ کے احباب سے خالی نہیں۔

معشوق نہیں کوئی حسیں تم سے زیادہ　　مشتاق ہیں کس ماہ کے انجم سے زیادہ
کیا کہتے تیرے عاشق بیتاب ہیں کتنے　　ذروں سے زیادہ ہیں یا انجم سے زیادہ

وابستگانِ دربار کوٹلہ شریف اور مکان شریف خزائن برکات و فیضان کا کلید بردار آپ کو ہی سمجھتے تھے اور اپنے اپنے چراغ اسی مصباح ہدایت سے روشن کرتے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

دوسرے مشائخ طریقت اور ان کے مریدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ ان کو بھی اُسی نظر سے دیکھتے جس نظر سے صرف اپنے ملنے والوں کو۔ آپ کے چند خلفاء بھی ہیں۔ جنہیں آپ کی طرف سے تلقین وارشاد کی اجازت ہے۔

تعمیرِ مساجد

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط (توبہ۔ ۹: ۱۸)

ترجمہ: سوائے اس کے نہیں کہ آباد کرتا ہے اللہ کی مسجدوں کو وہ شخص جو ایمان لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر۔

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے متعدد مسجدیں اپنی زندگی میں شرقپور خاص اور بیرون شرقپور میں تعمیر کروائیں۔

(ا) محلہ نبی پورہ ملحقہ شرقپور لب سڑک واقع ہے۔ یہاں صرف ایک مسجد کا نشان باقی تھا اور وہ بھی غیر محفوظ۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان ہی نشانات پر مسجد تعمیر کرائی اور خادم مسجد کے لیے مسجد کے متصل ایک مکان بنوایا۔ اپنی گرہ سے ایک اور مسجد بنوائی۔

(ب) ایک مسجد قبرستان ڈاہراں والا میں جو شرقپور سے مغرب کی طرف ہے تعمیر کروائی۔ مسجد کے متصل مسجد کے خدمت گار کے لئے ایک کمرہ بنوایا۔ مسجد کے لئے ایک امام مقرر کیا۔ اس کے ہر قسم کے اخراجات کے کفیل بھی آپ ہی تھے۔

(ج) محلہ ڈھڈل پورہ شرقپور میں برلب سڑک ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ اس محلہ کے لوگ بوجہ مسجد نہ ہونے کے سخت تکلیف میں تھے۔

(د) کوٹلہ شریف میں ایک نہایت شاندار پختہ مسجد بنوائی جو اس نواح میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ کئی ہزار روپے کی لاگت آئی۔

(ہ) مسجد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ مسجد پہلے بہت تنگ تھی۔ جمعہ کے روز خلقت کا ہجوم اس قدر ہوتا کہ صف بندی بھی مشکل ہو جاتی۔ بہت سے لوگ جگہ نہ ملنے کی وجہ سے آپ کے مواعظ سے محروم رہتے۔ آپ کے دل میں مدت سے اس مسجد کی وسعت کی آرزو تھی۔ آخر آپ نے ۱۳۴۰ھ میں مسجد کے چند ملحقہ مکانات خرید کر مسجد میں شامل کر لیے۔ اور کوٹلہ شریف والی مسجد کے نمونہ پر اس مسجد کو تعمیر کیا۔ تقریباً پچیس ہزار روپیہ کی رقم اس پر خرچ آئی۔

مساجد کی تعمیر کے متعلق جملہ کارکنوں یعنی معمار۔ ترکھان۔ مزدور وغیرہ سب کو اپنے گھر سے کھانا کھلاتے۔

اشاعتِ کتب

آپ نے بعض کتابیں جو نایاب ہو گئی تھیں۔ بصرف زرِ کثیر نہایت اہتمام سے چھپوا کر اپنے ملنے والوں میں مفت تقسیم کیں:۔

(ا) حکایاتِ صالحین مترجم اردو۔

(ب) مراۃ المحققین بمعہ ترجمہ۔ یہ کتاب حضرت خواجہ بزرگوار امام علی شاہ صاحب قدس سرہٗ نے جمع کی۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں قطب الاقطاب حاجی حرمین شریف حضرت شاہ حسین قدس سرہٗ کے مختصر حالات ہیں۔ دوسرے حصے میں آں حضرت قدس سرہٗ کے کلماتِ متبرکہ دربارہ سلوک واشغال نقشبندیہ درج ہیں۔

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ آپ تفسیر، سیرۃ النبی، اوراد و وظائف، فقہ، اخلاق، تصوف اور حدیث کی جن جن کتابوں کو طالبانِ حق کے لیے مفید سمجھتے اپنی لاگت سے متعدد نسخے منگوا کر مفت تقسیم کرتے۔ کتابوں کا بدرجہ کمال ادب کرتے۔

مذہبی تعامل

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آج کل کے مذہبی خانہ برانداز جھگڑوں میں بالکل نہ پڑتے بلکہ اس قسم کے علماؤں اور واعظوں کو جزوی مسائل پر جھگڑنے اور ایک دوسرے کی تلعین وتکفیر کرنے کو نہایت برا سمجھتے۔ آپ کا مسلک صلح کل تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس وقت سارے ملک میں صرف آپ ہی کی ایک ایسی ہستی ہے جسے تمام اسلامی فرقوں کے پیر یکساں بزرگ سمجھتے ہیں۔ شیعہ، بریلوی، دیوبندی، اہلِ حدیث، اہلِ قرآن وغیرہ سب کے سب آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعاؤں کے طالب ہوتے ہیں۔

بایں ہمہ آپ پکے حنفی مذہب تھے۔ فرمایا کرتے ہم تین اعظموں کے درمیان

ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ پر براہِ راست آنحضرت ﷺ کے سینہ سے انوار و تجلیات کا فیضان ہوتا تھا۔

آپ اپنے سارے دوستوں کو حنفی مذہب کی پابندی کی تلقین کرتے۔ جس کا مسلک آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے باہر ہوتا اسے راہِ راست پر خیال نہ کرتے۔

مکان شریف

موضع رتڑ چھتڑ المعروف مکان شریف میں آپ کے مشائخ قطب الاقطاب (حضرت شاہ حسین) حضرت امام علی شاہ اور (حضرت صادق علی شاہ) قدس سرہٗ کے مزارات مبارک ہیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مکان شریف سے اس درجہ محبت تھی کہ جس کی کیفیت بیان کرنا قلم کے امکان سے باہر ہے۔ متواتر چالیس سال سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف کے سالانہ عرس پر (منعقدہ 13۔شوال) کو جاتے رہے۔ آپ کے ہمراہ سینکڑوں کی تعداد میں آپ کے مخلصین جاتے۔ عرس پر کوئی امر خلافِ شرع وقوع میں نہ آتا۔ تلاوت قرآن مجید، وعظ، نعت خوانی اور ختم شریف کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے عرس کے موقع پر خلقت جمع ہو جاتی۔

فَطُوبٰی لِبَابِ کُبَیْتِ الْعَتِیْقِ
حَوَالَیْہِ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

اثنائے قیام مکان شریف میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشائخ کے مبارک مزارات پر وقت کا زیادہ حصہ گزارتے۔ مراقبہ میں بیٹھتے اور ارواحِ مقدس حضرت قطب الاقطاب حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ وقطب الاقطاب حضرت امام علی

شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کی طرف متوجہ ہوتیں اور آپ پر توجہ فرماتیں۔ آپ پر اس وقت نہایت عجیب وغریب کیفیات وارد ہوتیں۔

روضہ شریف کا گنبد بڑا عالی شان ہے۔ گنبد کا کلس بڑے زلزلہ میں ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے نامی معمار بلوائے گئے مگر کسی کو کلس کے سیدھا کرنے کی جرأت نہ پڑی۔ حضرت میر بارک اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جو اسے سیدھا کرے گا۔ میں اُسے ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ آخر جب سب طرف سے مایوسی ہوگئی تو حضرت میاں رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کلس سیدھا کرایا۔ اس کا سیدھا کروانا آپ کی خاص کرامت میں سے ہے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بالخصوص حضرت خواجہ مظہر قیوم مدظلہ کی نہایت عزت وتکریم کرتے تھے۔ وہ بھی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وجود کو باعث صد فخر ومباہات سمجھتے تھے۔

شجرہ نقشبندیہ

تصنیف حضرت امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ پیر طریقت حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا مجھ پر عطا کر باطفیلِ مصطفےٰؐ | واسطے صدیق اکبرؓ ہے وہ صادق بے ریا
واسطے سلمان فارسؓ قاسمؒ وجعفرؒ ولی | باطفیل بایزیدؒ و بوالحسنؒ اور بوعلیؒ
واسطے ہمدان یوسفؒ عبد خالقؒ نجدوان | خواجہ عارفؒ ریوگرؒ محمودؒ کی خاطر چناں
واسطے خواجہ علیؒ راہ متیں کے اسخدا | خواجہ بابا سماسیؒ میر آلِ مصطفےٰؐ
واسطے خواجہ بہاؤالدین کہ ہے مشکلکشا | حضرت یعقوب چرخیؒ کیلئے ہے التجا
واسطے خواجہ عبید اللہؒ کے ہے میری یہ عرض | خواجہ محمد زاہدؒ کیخاطر اے خدایا الغرض

واسطے درویشؒ میری عرض ہے دربارگاہ | خواجہ امکنگیؒ خاطر میرے اوپر کر نگاہ
واسطے خواجہ محمد باقی باللہؒ باصفا | خواجہ احمد مجدد الف ثانیؒ باخدا
خواجہ معصومؒ حضرت الف ثانیؒ کے پسر | خواجہ عبدالاحدؒ کی خاطر خدایا لطف کر
واسطے سعیدؒ کی خاطر حنفی و پارسا | واسطے شیخ محمدؒ خواجہ زکیؒ باخدا
واسطے خواجہ محمدؒ حاجی احمدؒ کر نظر | باطفیل شاہ حسینؒ نظر رحمت فضل کر
واسطے آں قطب عالم پیر پیراں دستگیرؒ | خواجہ حضرت امام علی شاہ روشن ضمیر
واسطے آں پیر صادق علی شاہؒ خلف امام | ماسوا اللہ حب دل سے دور ہو میرے تمام
واسطے آں خواجگان نقشبنداںؒ اے خُدا | بر امیر الدینؒ نظر کر فضل سے ہردم عطا
ہے امیر الدینؒ فدا سب عاشقاں اللہ پہ | عشق اپنی ذات کا کرنا عنایت اس پر

میاں صاحب کا سفرنامہ

اہل اللہ کی ملاقات اور مزارات متبرکہ کی زیارت

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے اکثر اولیاء اللہ کے مزارات متبرکہ کی زیارت کے لیے بڑے دور دراز سفر کیے۔ ایسے سفروں میں آپ کے ہمراہ زیادہ تر سید محمد شاہ صاحب قصوری اور مستری کرم الدین صاحب شرقپوری ہوتے۔ آپ کے سفر کا یہ دستور تھا کہ صبح صادق سے پیشتر ہی منہ اندھیرے شرقپور سے روانہ ہو جاتے۔ مندرجہ ذیل مقامات پر آپ تشریف لے گئے:

لاہور: حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر آپ اوائل عمر سے ہی جایا کرتے۔ آپ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پروانہ وار عاشق تھے۔ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے روحانی مکاشفات کے ذریعہ آپ کو بہت سے باطنی فیوض حاصل ہوئے۔ آپ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ بھی جایا کرتے

۔حضرت آغا سکندر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی اولاد سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ ایک دو دفعہ ان کے ہمراہ پشاور بھی تشریف لے گئے۔ایک دفعہ واپسی سفر میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑوی سے بھی ملاقات کی۔

قصور: چونکہ آپ کے خاندانی تعلقات زیادہ تر قصور سے وابستہ ہیں اس لیے آپ کو اپنے اعزّا اقرباء کے رنج و راحت میں شریک ہونے کے لیے قصور جانا پڑتا۔قصور شہر کو یہ فخر حاصل ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ولایت اور روحانی کمالات کی جھلک سب سے پہلے اسی جگہ کے قلوب صافیہ پر پڑی۔ حضرت مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ اور نیز بعض دیگر مزارات پر بھی جایا کرتے۔

سرہند شریف: حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہٗ کی زیارت کے لیے بارہا گئے۔

ملتان: حضرت شاہ شمس قدس سرہٗ اور حضرت خواجہ بہاء الحق قدس سرہٗ ان کے علاوہ اور بہت سے مزارات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

دھلی: حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مرقد مبارک کی زیارت کی۔

کرنال و پانی پت: حضرت غوث علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ اور اکثر دیگر اولیاء اللہ کے مزارات پر بھی گئے۔ایک دفعہ بریلی شریف بھی تشریف لے گئے۔ایک دفعہ گوٹھ قاضیاں۔بیربل شریف اور للہ شریف بھی گئے۔

سوزِ دل

(حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ دیکھ کر)

از علامہ حکیم علی احمد نیّر واسطی پروفیسر طبیہ کالج لاہور

شان و شوکت سے یہ کس دولھا کی آتی ہے برات
تھرتھراتے ہیں فرشتے کانپتی ہے کائنات

ہر زبردست اس کی سطوت کے مقابل زیر ہے
یہ کوئی شاید محمدؐ کا بہادر شیر ہے
آج اٹھی ہے یہ کس عاشق کی میت دھوم سے
وصل ہے کس کا خدائے قادر و قیوم سے
کس مجدد وقت کی میت چلی آتی ہے یہ
قدسیوں کو عصمت و عفت میں شرماتی ہے یہ

اخلاق وعادات اور خصوصی کمالات

اخلاق محمدی کا رنگ آپ پر اس قدر چڑھا ہوا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو براہ راست آنحضرت ﷺ کی تبعیت و معیت حاصل ہے۔آپ صلہ رحمی کرتے۔مقروضوں کا بار اٹھاتے۔غریبوں کی اعانت کرتے۔مہمانوں کی ضیافت کرتے۔حق کی حمایت کرتے۔مصیبت میں لوگوں کے کام آتے۔ برائی کے بدلے برائی نہ کرتے بلکہ درگزر کرتے اور معاف فرما دیتے اور اس کے معاوضے میں ایسے شخص کے ساتھ حتی الامکان احسان کر کے اُسے اپنا گرویدہ بنا لیتے۔اپنے ذاتی معاملے کے متعلق کبھی کسی سے ناراض نہیں ہوئے۔ ہاں البتہ احکام ربانی کی نافرمانی اور امر حق کی مخالفت کے وقت بعض اوقات سخت طیش اور غصہ میں آجاتے۔ رشتہ الحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔عام تنگ نظر پیروں اور علماء کی طرح جزوی اختلافات کی بنا پر کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہیں کی اور نہ کفر کا فتوٰی لگایا۔فرماتے کہ اگر کسی میں ننانوے حصے کفر کے ہوں اور ایک حصہ اسلام کا تو اس پر اسلام کا حکم لگانا چاہیے۔حتی الوسع کسی کی کوئی درخواست رد نہ فرماتے۔احباب کی مجلس میں دو زانو ہو کر بیٹھتے۔اور آپ کے زانو کبھی ہم نشینوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے اور اسی طرح دوسروں کو بیٹھنے کی تلقین کرتے۔جب آپ کلام کرتے تو تمام احباب خاموش ہو کر

سر جھکا کر سنتے۔ علیحدہ علیحدہ ہر ایک سے گفتگو کرتے۔ اگر کوئی آدمی بے باکی سے گفتگو کرتا تو تحمل فرماتے۔ دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سننا قطعاً پسند نہیں رکھتے تھے۔ اگر کوئی دفعتاً آپ کو دیکھتا تو اس پر رعب طاری ہو جاتا۔ اپنے معمولات اور مشاغل میں نہایت مستحکم اور ثابت قدم تھے۔ جو بات ایک دفعہ کی ہمیشہ اس کی پابندی کی۔ جس کام کے کرنے کا جو وقت مقرر کیا اس میں کبھی تخلف نہ ہوا۔ نماز اور تسبیح و تہلیل کے اوقات۔ نوافل کی تعداد۔ خواب اور بیداری کی مقررہ ساعت۔ ہر شخص سے ملنے جلنے کے طرزِ انداز میں کبھی فرق نہیں آیا۔ الّا یہ کہ آپ کا مزاج اقدس ناساز ہو اور آپ علیل ہوں۔ گفتگو کے وقت وقار اور متانت کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام کرتے۔ رخصت کرتے وقت مصافحہ بھی فرماتے۔ بعض اوقات جب آپ کو خطرہ ہوتا کہ لوگ مصافحہ کے وقت حدِ اعتدال سے بڑھ کر مصافحہ کے وقت کوئی ایسی حرکت کریں گے جو شریعت عزا کے خلاف ہوگی تو آپ مصافحہ سے پرہیز کرتے۔ کسی کو اپنے سامنے جھکنے نہ دیتے۔ اگر کوئی بھول کر ایسا کر بیٹھتا تو ایسی تنبیہ کرتے جو اس کی ساری عمر کے لیے کافی ہوتی۔ جب تک وجود میں طاقت رہی بہ نفسِ نفیس مہمانداری کے تمام کام اپنے ہاتھ سے انجام دیئے۔ لیکن جب تاب نہ رہی تو خدام کے سپرد کر دیئے۔ آپ کا دسترخوان نہایت وسیع تھا۔ پچاس ساٹھ آدمیوں کا کھانا ایک وقت میں تیار ہوتا۔ آپ کے دسترخوان کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ یہ کسی بڑے صاحبِ ریاست کا دسترخوان ہے۔ عموماً دعوت کے جملہ تکلفات اور لوازمات بھی موجود ہوتے۔ کھانے میں غریب اور اپنے بیگانے کا کبھی امتیاز نہ ہوتا۔ ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر سب کھاتے۔ خود دسترخوان کے وسط میں بیٹھ کر چاروں طرف نظر رکھتے۔ کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر مسنون دعا مانگتے۔ شہر کی اکثر بیواؤں اور یتیم و لاوارث بچوں کو آپ کے گھر سے دو وقت کھانا پہنچتا۔ بہت سے اندھے اور مسکین آپ کے دسترخوان پر پلتے۔ جب لوگوں سے فارغ ہو جاتے تو کتوں کو بہت سی روٹیاں ڈالتے جو

آپ کے دروازہ کے باہر بیسیوں کی تعداد میں کھڑے رہتے۔ میلوں، محفلوں، جلسوں نیز ایسے تمام اجتماعات اور مجالس سے جو اس ملک میں مذہبی تیوہاروں کی تقریب پر ہوتے ہیں پرہیز کرتے اور روکتے۔ فرماتے کہ ان تمام کاموں میں نمود و نمائش اور ریا و تصنّع ہے۔ اس سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ آدمی گوشہ میں بیٹھ جائے اور اللہ کی یاد کرے۔ نبی ﷺ پر درود پڑھ کر بھیج دے۔

موجودہ زمانے کے پیر و فقیر اور خانقاہوں کے درویش و ملنگ جو امتیاز کے لیے اپنی نرالی شکلیں بنا لیتے ہیں اور مخصوص رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں ان کو دیکھ کر غصہ کی کوئی انتہا نہ رہتی لیکن ضبط اور تحمل سے ان کو صحیح راہِ اسلام کی ہدایت فرماتے۔ بازار میں سے جب گزرتے تو آپ کی نگاہ بالکل نیچی ہوتی اور اِدھر اُدھر ہرگز نہ جھانکتے۔ بازار والوں پر رعب اس قدر چھا جاتا کہ سب ڈر جاتے اور سہم جاتے۔ بعض آدمی جو خلافِ شریعت ارتکاب کر رہے ہوں مارے ڈر کے اِدھر اُدھر چھپ جاتے۔ لوگوں میں بُری باتیں دیکھ دیکھ کر دل میں سخت کڑھتے۔ مجلسِ وعظ یا خطبے میں کسی شخص کا نام لے کر ذکر نہیں کرتے تھے بلکہ صیغہ تعمیم سے اس کا ذکر کرتے۔ جس سے مقصود یہ ہوتا کہ اُس شخص مخصوص کی ذلت نہ ہو اور عام لوگوں کی اصلاح ہو۔ چونکہ آپ نہایت فیاض کریم النفس اور سخی الطبع تھے اس لیے آپ اکثر مقروض رہتے۔ مرض الموت میں آپ کا ابرِ کرم اس قدر برسا کہ جو کچھ آپ کے پاس موجود تھا وہ سب اپنے خاص احباب اور خدام کو اُن کی خدمت کے صلہ میں بڑی بڑی معقول رقمیں عنایت کیں تاکہ آپ کے سر پر اُن کا احسان باقی نہ رہے۔ علاوہ مادی دولت کے خاص خدام ایسے بھی ہیں جن کو آپ نے روحانی دولت سے بھی مالا مال کر دیا۔ حُسنِ معاملہ کا آپ کو سخت اہتمام رہتا۔ بازار میں جن جن لوگوں سے آپ کے سودا سلف اور لین دین کے تعلقات تھے اُن میں سے کسی ایک سے بھی نہ سنا گیا کہ اُس نے آپ کے معاملہ کی نسبت شکایت کی ہو۔ شہر کے لوگ بہت سے جھگڑے اور تنازعات آپ کی بارگاہ میں لاتے۔ آپ

جس طرح ہو سکتا فیصلہ کروا دیتے۔ مقروضوں اور مظلوموں کی خاص طور پر حمایت کرتے۔ عام فیاضی کا یہ حال تھا کہ جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اگر آپ کے پاس کچھ موجود نہ ہوتا تو اُسے کچھ نہ کچھ ضرور دے دیتے۔ بعض اوقات کپڑے، جوتیوں اور کُرتوں تک دے دیتے لیکن آپ کی اس عام فیاضی نے اکثر لوگوں کو دلیر کر دیا تھا اور وہ باوجود جانتے بوجھتے ہوئے کہ آپ تنگ دست ہیں۔ آپ سے مانگنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ مشتاقانِ زیارت دوردست مقامات سے جب خدمت میں حاضر ہوتے تو پھل اور میوہ جات وغیرہ بطور ہدایا اپنے ہمراہ لاتے۔ آپ جملہ حاضرین میں تقسیم فرما دیتے۔ اپنے بھتیجوں اور بھتیجیوں سے جو بمنزلہ آپ کی اولاد کے تھے آپ کو نہایت محبت تھی۔ جب بھی اُنہیں دیکھتے تو فرطِ محبت سے اُنہیں گود میں لے لیتے۔ سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا بغیر کچھ کھائے پیے واپس نہ جاتا۔ باوجود اس کے کہ آپ کا ابرِ کرم ہر وقت برستا رہتا تھا تاہم کسی کا بلا ضرورت سوال کرنا آپ پر سخت گراں ہوتا تھا۔ سوال کرنے سے اور مانگنے سے ہمیشہ منع فرماتے۔ ہمیشہ بیکاروں کو کام کرنے پر آمادہ کرتے۔ آپ کی وساطت سے بہت سے بیروزگار باروزگار ہو گئے۔ بہت سے لوگوں کو دکانیں کھلوا دیں۔ بیسیوں کو ملازمتیں دلوا دیں۔ کئی بیکار لوگ آپ کی تلقین سے مزدوری کرنے لگے۔ فرمایا کرتے کہ آدمی خواہ کوئی کسب یا کام کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اُس کی یاد کو پیشِ نظر رکھے تو اُس کا سارا کام خدا کی عبادت ہی عبادت ہے۔ اس صادق مصدوق نبی آخر الزماں ﷺ فداہ روحی کے ارشادات جو گداگری اور سوال سے نفرت دلانے کے متعلق ہیں۔ بیکار لوگوں کو سنا سنا کر کام پر آمادہ کرتے۔ کبھی بیان کرتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص لکڑی کا گٹھا پیٹھ پر لاد لائے اور بیچ کر اپنی آبرو بچائے تو اُس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے۔ پھر فرماتے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک انصاری آئے اور کچھ سوال کیا۔ آپ نے دریافت فرمایا: تمہارے پاس کچھ

ہے؟ انصاری بولے ایک بچھونا ہے اور ایک پانی پینے کا پیالہ ہے۔ آپ ﷺ نے دونوں چیزیں منگوا کر فروخت کر ڈالیں اور دو درم انصاری کو دے دیے اور حکم دیا کہ ایک کا کھانا خرید کر گھر میں دے آؤ اور دوسرے سے رسی خریدو اور جنگل سے لکڑیاں لا کر شہر میں بیچو۔ پندرہ دن کے بعد وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمتِ اقدس میں آئے تو دس درم ان کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ اس سے کچھ کپڑا خریدا اور کچھ غلہ مول لیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: یہ اچھا ہے یا یہ کہ قیامت میں چہرہ پر گدائی کا داغ لگا کر جائے۔ عوام الناس اور غرباء سے آپ صدقات اور ہدایا اور نذرات لینے سے انکار کرتے بلکہ اُلٹے اپنے ہاں سے انہیں دیتے لیکن اپنے مخصوص احباب اور دوستوں سے پوشیدہ طور پر قبول فرما لیتے تھے۔ جو لوگ پوشیدہ پوشیدہ آپ کے گھر ہدایا اور تحفے اور چیزیں بھیجتے اور آپ کو معلوم ہو جاتا آپ اُن کو اس کا صلہ بھی ضرور عطا فرماتے تھے۔ وظائف، اوراد و مشاغل میں تشدد سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ ہر کام میں توسط اور اعتدال کو مدِ نظر رکھتے۔ ہمیشہ زبانِ فیض ترجمان پر یہ حدیث جاری رہتی تھی: خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا دین اور دنیا دونوں کے حقوق کی نگرانی پر زور دیتے۔ ترکِ دنیا پر آپ نے کبھی زور نہیں دیا۔ صرف اتنا ارشاد فرماتے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھو۔ مداحی اور تعریف کو ناپسند فرماتے تھے۔ بعض لوگ کہا کرتے حضور ہم آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہیں تو زیارت کے لفظ پر آپ سخت غصہ میں آ جاتے۔ فرماتے مَیں خدا کا ایک ناچیز بندہ ہوں۔ کہاں اس قابل ہوں کہ تم لوگ میری زیارت کو آؤ۔ اگر کوئی شخص آپ کے رُوبرُو جھکتا یا سجدہ تعظیمی کا ارادہ کرتا تو مارے غصہ کے آپ کی آنکھیں سُرخ ہو جاتیں اور بعض اوقات تو ایسے لوگوں کو اپنی مجلس سے نکال دیتے۔ تعظیم کے لیے اٹھنے کو بھی ناپسند کرتے تھے۔ سامانِ آرائش سے آپ کو طبعاً نفرت تھی۔ ہر کام میں سادگی پسند فرماتے۔ مسجد ٹوٹ والی بنوائی (جو مسجد میاں صاحب والی کے نام سے مشہور ہے)۔ اس کی ایک ایک اینٹ سادگی پر گواہ ہے۔ اپنے مکان سے متصل ایک دو منزلہ مکان بنوایا جو

درحقیقت مہمان خانہ ہے۔ اس میں اس قدر سادگی برتی ہے جس کی نظیر نہیں ملے گی۔ مشیروں نے اگرچہ سخت اصرار کیا مگر کوئی کھڑکی نہیں رکھی۔

عبادات، اعمال، معاملات، لباس غرضیکہ ہر امر میں نمائش کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی میں سوائے دو معمولی مکانوں کے جن کی مہمانوں کے لیے اشد ضرورت تھی اپنے لیے کچھ نہیں بنایا۔ جو کچھ آیا خدا کی راہ میں لٹا دیا۔ اگر آپ کو کچھ بھی اندوختنی وجمع کردنی کا خیال ہوتا تو لاکھوں کروڑوں کی جائیداد بنا لیتے۔ جس طرح آپ خود سادگی کو پسند فرماتے تھے۔ اسی طرح آپ یہ بھی چاہتے تھے کہ باقی ساری دنیا بھی سادہ زندگی بسر کرے اور تکلف وتنعم سے پاک رہے۔ یہی وجہ تھی کہ موجودہ انگریزی تمدن و معاشرت کی حد سے زیادہ مخالفت کرتے تھے اور پرانے رسم ورواج اور تمدن قدیم کے سخت حامی و پیروکار تھے۔ انگریزی لباس، جدید مصنوعات اور یورپین فیشن کے سرے سے مخالف تھے۔ فرمایا کرتے: ہم سے تو بنگالی اچھے ہیں جنہوں نے ابھی تک اپنی وضع قطع نہیں بدلی۔ انگریزی قمیضوں، سرخ رنگ کی ٹوپیوں اور انگریزی جوتوں سے خاص طور پر روکتے تھے۔ لوہے کے کنوؤں، آٹے کی مشینوں کے بھی مخالف تھے۔ الغرض آپ قدامت پسند اور انگریزی تمدن کی ہر چیز کو بُرا کہتے۔ فرماتے کہ اس تمدن اور معاشرت نے ہم کو تباہ کر دیا ہے۔ اس تمدن کا اثر ہماری ہر رگ اور ریشے میں سرایت کر گیا ہے۔ اس تمدن نے نہ ہم کو دین کا چھوڑا نہ دنیا کا۔ جب سے یہ تمدن ہم پر چھایا ہے۔ ہم پر خیر و برکت کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔ ہماری دعائیں بارگاہِ الٰہی میں نہیں پہنچتیں۔ راستے ہی میں رُک جاتی ہیں۔ کیونکہ ہماری دعاؤں کے پَر اور بازو ٹوٹ گئے ہیں۔ آج مسلمان صرف نام ہی کے مسلمان ہیں۔ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صرف زبانی ہی پڑھتے ہیں۔ حقیقت میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ انگریز رسول اللّٰہ کا کلمہ ان کے ہر رگ و ریشے میں جاری

ہے۔ فرماتے: آج ہم خدا کی پرستش نہیں کر رہے ہیں بلکہ بتوں والے پیسوں کی پرستش کرتے ہیں۔ فرماتے: چھاپے خانوں کی کثرت نے دینی کتب کی قدر و عظمت کو ہمارے دلوں سے کم کر دیا ہے۔ آپ نے ساری عمر کوئی امتیازی لباس نہیں پہنا۔ آپ کے لیے کوئی مخصوص مسند نہ تھی۔ جہاں عام لوگ بیٹھتے وہیں آپ بیٹھتے۔ بعض نو وارد آپ کو پہچان نہیں سکتے تھے اور آپ کی بجائے آپ کے خادموں کو ہی (میاں صاحب) سمجھ بیٹھتے تھے۔ مہمان بیمار ہو جاتے تو اُن کی تیمارداری خود کرتے۔ ان کے پاخانے اپنے ہاتھ سے اٹھاتے۔ دوا پلاتے اور مُٹھی چاپی کرتے۔ اوائل عمر میں آپ تن تنہا اور یکہ تھے۔ کوئی آپ کا آشنا نہ تھا نہ آپ کا شناسا۔ آپ نفس کُشی کے لیے کئی کئی روز تک بھوکے رہتے۔ کھانا روکھا سوکھا کھاتے۔ اس شدید مجاہدہ اور ریاضت نے آپ کی صحت پر نہایت ناگوار اثر کیا۔ اسی ابتدائی عمر کے مجاہدہ اور ریاضت کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ آخر عمر میں بالکل صاحب فراش ہو گئے۔ بدنی طاقتوں اور جسمانی قویٰ نے جواب دے دیا۔ ابتدائی اور متوسط عمر میں ویسے بھی تنگدست رہتے تھے۔ مگر آخر عمر میں جبکہ ایک دنیا کے قلوب آپ کے زیرِ نگیں ہو گئے تھے۔ آپ کے فقط لب کی جنبش پر فدا کاران دولت کے انبار نثار کرنے پر تیار تھے۔ آپ نے اپنی ذات کے لیے اس حالت میں بھی اچھے کھانے استعمال نہیں کیے بلکہ اگر سالن وغیرہ اچھا ہوتا تو اس میں پانی ملا لیتے تاکہ بے ذائقہ ہو جائے اور نفس کو لذت حاصل نہ ہو۔ بلند اور پختہ مکانات سے ہمیشہ روکتے اور مذمت بیان کرتے۔ ہندو سکھ اور عیسائی بھی آپ سے ملاقات کے لیے آتے۔ آپ نہایت حُسنِ خُلق سے پیش آتے۔ اُن سے بڑی دیر تک توحید اور دیگر مسائل پر گفتگو کرتے۔ آپ کے محلہ میں دو تین ہندو رہتے تھے۔ اُن سے آپ کو حد درجہ کا پیار اور محبت تھی۔ ان کی تالیفِ قلوب میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ ہمیشہ تلقین کرتے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو باہمی آویزشوں اور خانہ جنگیوں سے باز رہنا چاہیے۔ انگریز تو چاہتے

ہیں کہ ہندو اور مسلمان آپس میں لڑیں اور ہماری سلطنت کی بنیادیں اور مضبوط ہو جائیں لیکن ہندوؤں اور مسلمانوں کو چاہیے کہ اس نکتہ کو سمجھیں۔

الغرض آپ نے حُسنِ خلق کا سکہ ایک دنیا کے دل پر بٹھایا ہے اور اس معاملہ میں کوئی آپ کی نظیر نہیں رکھتا۔ علماء اور گدی نشین جب آپ سے ملاقات کے لیے آتے تو انہیں تلقین و ہدایت بھی کرتے مگر ساتھ ہی ان کی حد سے زیادہ عزت و توقیر کرتے۔ ان کو رخصت کرتے وقت اُن کی خدمت میں ہدایا پیش کرتے اور مشایعت کے لیے کتنی دُور تک اُن کے ساتھ جاتے۔ بڑے بڑے جلیل القدر علماء ہم زبان ہو کر کہہ دیتے کہ اُن کے قلوب کے علل اور ارواح کی بیماریوں کو اگر شفا نصیب ہوئی تو صرف حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں ہُوئی ہے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ساری عمر کوئی دربان اور حاجب نہیں رکھا مگر اخیر عمر میں جبکہ آپ کی طبیعت نہایت ناساز رہتی تھی اور ویسے بھی نہایت ضعیف و نحیف ہو گئے تھے۔ آپ نے مولوی دین محمد صاحب فیض پوری کو دربان مقرر کیا۔ مولوی دین محمد صاحب کے ذمہ یہ کام تھا کہ جو شخص ملاقات کے لیے آئے اس کی اطلاع میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو کر دیں۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگر کسی کام میں مشغول ہوتے یا بوجہ علالت و ضعف آپ کی طبیعت تاب نہ لا سکتی تو انتظار کے لیے ارشاد فرما دیتے نہیں تو بلا لیتے۔ بعض لوگ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس عمل پر معترض ہیں لیکن جو لوگ آپ کے حقیقتِ حال سے واقف ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کیا تھا بوجہ انتہائی مجبوری و معذوری کیا تھا۔ آپ کے اعضائے رئیسہ یہاں تک آپ کو جواب دے چکے تھے کہ خطبہ جمعہ یا وعظ کے بعد جب تک دو تین روز تک کامل سکون و راحت نہ فرماتے۔ آپ کا گفتگو کرنا اور اٹھنا بیٹھنا محال ہو جاتا۔ ان حالات میں اگر کوئی حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرے یا مولوی دین محمد صاحب کی درشتی طبع کی شکایت کرے تو بالکل بے جا ہے۔

لُئو لُئو وَ الْمَرْجَانْ

یعنی آپ کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے

انمول موتی

حصہ نظم

حضرت میاں صاحب خود شاعر نہ تھے لیکن بیخودانہ اور سرخوش حالت اور عالمِ وجد میں آپ کی زبان سے اس قسم کے اشعار و غزلیات اور قصائد و رباعیات نکلتے تھے جن پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ محبتِ الٰہی اور عشقِ محمدی ﷺ میں پاؤں سے سر تک ڈوبے ہوئے ہیں۔ جو کچھ آپ کہتے تھے وہ بالکل آپ کے دل کا آئینہ ہوتا تھا۔ اس میں کچھ بناوٹ یا تکلف کو دخل نہ ہوتا اور سننے والوں پر آپ کے ان برمحل اور برجستہ اشعار کا اثر اس قدر پڑتا کہ وہ کبھی زائل نہ ہوتا۔ بعض اوقات عالمِ محو اور بے خودی میں ایسے ایسے برجستہ اور پُر از بلاغت و فصاحت قصائد پڑھتے کہ سامعین حیران و ششدر رہ جاتے۔ آپ کو اپنی طبیعت کے مناسب اور حسبِ حال فارسی، اردو اور عربی کے شعرائے عالی کا اس قدر کلام یاد تھا کہ اگر سب کو درج کیا جائے تو ایک الگ دفتر بن جائے گا لیکن میں بنظرِ اختصار آپ کے کلام کا انتخاب پیش کرتا ہوں۔ امید ہے ناظرین میرے اس کام کی قدر کریں گے۔

سرورِ کونین ﷺ کی شان و مدح میں

همه انبیا و در پناہِ تو اند | مقیم دربارگاہِ تو اند
تو مہرِ منیری همه اختر اند | تو سلطانِ ملکی همه چاکر اند

خدا کس کو کہتے تھے کیا جانتے تھے
تیرے منہ سے ذکرِ خدا ہے محمدؐ

جسے کہتے ہیں سب کلامِ الٰہی
وہ تیری زباں سے سنا ہے محمدؐ

تیرا وصل جنت تیرا ہجر دوزخ
تیری دید، دیدِ خدا ہے محمدؐ

خدایا بدہ شوقِ ذاتِ رسولؐ
بدردِ محمدؐ مرا کن قبول

شب و روز در عشقِ حضرتؐ بدار
ہمہ عمر در وصلِ احمدؐ گزار

چوں بلبل برآں گل فدائم کنم
چو پروانہ جلوہ نمائم کنم

حیاتی مماتی ہمہ وقتِ ما
عطا کن وصالِ مرا مصطفیٰؐ

حمد محمودے کہ در جملہ صوَر
شد بانوارِ محمدؐ جلوہ گر

زانکہ از نورش محمدؐ شد عیاں
گشت از نورِ محمدؐ دو جہاں

در لباسِ احمدی نورِ احدؐ
واسطہ شد خلق را بہر رشد

امرِ صلّوا بہر ایں فرمودہ حق
مومناں را بلکہ خود دارد سبق

قدرِ حبِ خود درود بر رسولؐ
بلّغ اے غفار از عاجز خمول

بعد حمدِ ذاتِ بے چوں و چگوں
پس درود مظہر ایں جملہ چوں

اے دل بگو بیاں ز کمالِ محمدیؐ
ہر ز خدا عیاں ز کمالِ محمدیؐ

آں جلوہ کہ طور بہ موسیٰؑ کلیم تافت
شعلہ یکے نشاں ز جمالِ محمدیؐ

یوسفؑ کہ نیک سیرت و صورت کمال داشت
شد محو بے گماں ز خیالِ محمدیؐ

شمس و قمر کواکب اہلِ ضیاء ہمہ
پر نور نور شاں ز ہلالِ محمدیؐ

صدیق یارِ غار و عمر صاحبِ وقار
یک خلق دیگراں ز جلالِ محمدیؐ

عثمان باحیا ز حیائے عظیم شان
رمزے علی جواں ز مجالِ محمدیؐ

اظہر حسن رضا رضائے محمدیؐ
دے کشتہ دشمناں ز نہالِ محمدیؐ

واں غوث نامدار کہ گیلان زار شاں
حرفے جلی بیاں ز مقالِ محمدیؐ

یارب عطا کنی تو بعادل گدائے خویش
یک جامِ ارغواں ز زلالِ محمدیؐ

رَسُوْلُ اللهِ مَبْعُوثٌ اِلَى الْكُلِّ
اِلٰى جِنٍّ وَّاِنْسٍ مَا سِوَاهُ

لِكُلِّ نَبِيٍّ فِى الْاَنَامِ فَضِيْلَةٌ
وَجُمْلَتُهَا مَجْمُوْعَةٌ لِمُحَمَّدٍ

حسنِ یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

دل و جانم فدایت یا محمدؐ
سرِ من خاکِ پائیت یا محمدؐ

ز مہجوری برآمد جانِ عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم

ز محروماں چرا فارغ نشینی
نہ آخر رحمۃ للعالمینی

عرش است کمیں پایۂ ز ایوانِ محمدؐ
جبریلِ امین خادمِ دربانِ محمدؐ

آں ذاتِ خداوند کہ مخفی و نہاں بود
پیدا و نہاں گشتہ بچشمانِ محمدؐ

گر نہ بودے ذاتِ پاکتؐ را وجود
کن نہ گفتے خالقِ ارض و سما

منم خاکِ سرِ کوئے محمدؐ
اسیرِ حلقۂ ز موئے محمدؐ

نمازِ عشق ہر دم میگزارم
بہ پیشِ قبلۂ روئے محمدؐ

سجودِ عشق بازاں است ہر دم
بمحرابِ دو ابروئے محمدؐ

اگر چشم بہر روئے است مائل　　بُوَد رُوئے دلم سوئے محمدؐ
جہاں در خیال لیلۃ القدر　　حسن در بند گیسوئے محمدؐ

توحید و معرفت میں

تصور دل میں رکھے ذات حق کا　　بہر وقت و بہر حال و بہر جا
زباں خاموش ہو پر دل میں جاری　　رہے ہر وقت ذکرِ ذاتِ باری

نہ بھولا ہوں نہ بھولوں گا حشر تک میں کبھی دل سے
مزے جو جوارے قاتل تری تلوار میں آئے

اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا
سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

صد کتاب و صد ورق در نار کُن　　جان و دل را جانبِ دلدار کُن

اے دَرُون جان و جاں از تو بے خبر　　از تو جہاں پُر است جہاں تو بیخبر

ترک کر دنیا کا غم بے باک ہو　　چھوڑ دے اسکی نجاست پاک ہو

خاک ہو جائے گا جب آخر کو تو　　خاک کے ہونے سے پہلے خاک ہو

خدایا خودی سے بچا لو مجھے　　فقط اپنا بندہ بنا لو مجھے

تُو توحید کا عاشق ہو کر　　غیر از خدا کو دیکھ رہا ہے
گویا تُو کعبۂ اللہ کا متلاشی ہے　　مگر بتخانہ تعمیر کر رہا ہے

ہفت دریا گر بنوشم تر نگردد کام من　　شربت دیدار باید تشنہ دیدار را

قلم بشکن سیاہی ریز و کاغذ سوز دم در کش　　ایں قصہ عشق است کہ در دفتر نمی گنجد

خدا دیدن کسے را نیست دشوار　　خدا خواہی وجودے خویش بگذا

تا نیفتد بر تو مردے را نظر　　از وجود خویش کے یابی خبر

آگ تھے ابتدائے عشق میں　　اب ہوئے خاک انتہا ہے یہ

دیکھیں اسے ہے وہ اس سے لقا سے بھی وَرا　　وہ جلوہ نما ہے اس ادا سے بھی وَرا
جو دید میں، وہم میں گمان میں آوے　　وہ اس سے وَرا بل وَرا سے بھی وَرا

ہو فنا ذات میں کہ تُو نہ رہے　　تیری ہستی کی رنگ و بُو نہ رہے
اس قدر ڈوب اسمیں اے صابر　　کہ بجز ھُو کے غیر ھُو نہ رہے

وہی قلبِ سلیم اے جان ہے آہ　　جسے مارِ محبت نے ڈسا ہو

چین اس کو ہو بیٹھے اور نہ لیٹے رگ و ریشہ میں زہر اسکا بھرا ہو

کیا کروں گا میں تیرے ہجر میں جی کر اے جان جان تُو ہے مری سو جان ہیں تجھ پر صدقے

ما در دو جہاں غیرِ خدا یار نداریم جُز یادِ خدا ہیچ دگر کار نداریم

درویش فقیریم دریں گوشۂ دُنیا با نیک و بدِ خلقِ جہاں کار نداریم

مامست صبوحیم ز میخانۂ توحید حاجت بے بادہ خمار نداریم

با جامہ صد پارہ و با خرقہ پشمیں بر خاک نشستیم و ازیں عار نداریم

گر یارِ وفادار نداریم عجب نیست ما یار بجز حضرتِ جبار نداریم

ما شاخ درختیم پُر از میوۂ توحید ہر رہگذر سنگ زند زید عار نداریم

ماتم زدگانیم دریں گوشۂ دُنیا چوں زاغ گذر بر سرِ مُردار نداریم

بنگر تو دل خستہ شمس الحق تبریز

ماجز ہوس دیدۂ دیدار نداریم

ظاہر و باطن ہو برائے خدا چاہو خدا سے نہ سوائے خدا

دم بدم اُسی کی ہی رہے جستجو اور نہ کچھ مطلق رہے آرزو

اے کہ بودی در حریم لامکان چوں جدا گشتی بگو راز نہاں

پاک بُودی در حریم کبریا از چہ پیدا شد ترا حرص و ہوا

خوش خرامیدی تو از کتمِ عدم خوش نہادی بر سرِ ہستی قدم

گاہ در دوزخ روی سازی مقام گاہ در جنت روی اے خوشخرام

گاہ کنی جلوہ در اقلیمِ فنا گاہ روی در عالمِ مُلکِ بقا

جانِ من با من بگو اسرارِ خویش

چشم دل روشن کن از دیدارِ خویش

ہر چہ آید در نظر از خیر و شر جُملہ ذاتِ حق بود اے بے خبر

اوست در ارض و سما و لامکاں اوست در ہر ذرہ پیدا و نہاں

پاس در انفاس اے اہلِ خرد تا ازیں قافلہ منزل برد

اوست پیدا و نہاں و آشکار جلوہ ہا کردست در ہر شے نگار

ہوش در دم دار اے مردِ خدا یک نفس یکدم مباش از حق جدا

نفی گرداں از دلِ خود ما سوا تا نہ گنجد در دلت غیر از خدا

زنگ دل از صیقلِ لا پاک کن سینہ با تیغ محبت چاک کن

اسمِ ذاتِ او چو بر دل نقش است سکہ ضربِ محبت خوش نشست

گشت چوں ضرب نقش دل نقشِ الہ غیرِ نقشِ اللہ را اے دل مخواہ

چوں شوی فانی تُو از ذکرِ خدا راہ یابی در حریمِ کبریا

چوں بمانی با خدا یابی وصال خویش را گم ساز اے صاحبِ کمال

ہر کہ شد در بحرِ عرفاں آشنا

ذرہ ذرہ قطرہ داند از خدا

عشق آں شعلہ است چوں بر فروخت ہر چہ جُز محبوب باقی جملہ سوخت

تیغِ لا در قتلِ غیرِ حق براند درنگر زاں پس کہ بعدِ لا چہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

گر گزندت رسد ز خلق مرنج کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج

از خدا داں خلافِ دشمن و دوست کہ دلِ ہر دو در تصرفِ اوست

گرچہ تیر از کماں ہے گزرد از کماں دار بیند اہلِ خرد

اَمَا تَرٰی کَیْفَ مُبِیْنٌ لَنَا الْجَدِیْدَانِ وَنَحْنُ نَلْعَبُ فِیْ سِرٍّ وَّاِعْلَانٍ

تو دیکھے کس طرح گزرے ہے دن رات ہمیں بس کھیلتے سب پر عیاں ہے

لَاتَرْكُنَنَّ اِلَى الدُّنْيَا وَنِعْمَتِهَا فَاِنَّ اَوْنَقَالِيْسَك بِاَوْ طَانِ

نہ جھک دنیا کی جھوٹی نعمتوں پہ یہ دنیا بے وفا کس کا مکاں ہے

فَاعْمَلْ لِنَفْسِكَ مِنْ قَبْلِ الْمَمَاتِ فَلَا تَغُرُّكَ كَثْرَةُ اَصْحَابٍ وَّ اِخْوَانٍ

جو کرنا ہے سو کر لے زندگی میں نہ کھا دھوکا کہ میرا سب جہاں ہے

اُٹھ فریدا کوک تُوں جیوں کر را کھا جوار جب تک ناڈا نہ گرے تب تک حال پکار

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید کیمیا ہمچو صبر آدم کس ندید

ذرہ ذرہ آسماں اندر ہوا پُر شدہ از پر توِ نورِ خدا

دلم ہا من ہمگو یدمنم شاہباز لاہوتی بہ سیرِ عالمِ قُدسی پریدن آرزو دارم
دریں وحشت سرائے مَن چرا باشم چرا باشم کہ من در گلشنِ وحدت چمیدن آرزو دارم

اُٹھ فریدا کوک تُوں جوں کر را کھا جوار جب تک ناڈا نہ گرے تب تک حال پکار

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید کیمیا ہمچو صبر آدم کس ندید

ذرّہ ذرّہ آسماں اندر ہوا پُر شدہ از پر توِ نورِ خدا

دلم ہا من ہمگو یدمنم شاہباز لاہوتی بہ سیرِ عالمِ قُدسی پریدن آرزو دارم
دریں وحشت سرائے مَن چرا باشم چرا باشم کہ من در گلشنِ وحدت چمیدن آرزو دارم

نشاں نشاں کیا دکھائے تُو نے یارب بے نشاں ہو کر عیاں کیا کیا کچھ تُو نے اے خالق نہاں ہو کر

ہاں مشو مغرور بر حلمِ خدا دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

زباں سے کہتے ہیں سب لا الٰہ الا اللہ مگر عمل اس پر نہیں معاذ اللہ
جو پوچھو دین کی حمیت وہ نہیں ہم میں جو پوچھو دین کی حرارت وہ نہیں ہم میں
اسی لئے ہیں ہم میں خرابیاں پیدا خدا کے قہر کی ہیں نشانیاں پیدا

وَفِيْ كُلِّ شَيْئٍ لَهٗ شَاهِدٌ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ وَاحِدٌ

بہر جا بنگری غیر از خدا نیست ولیکن دیدۂ ادراک وا نیست
یکے جو یا کہ یارِ من کجا نیست یکے گو یا کہ یارِ من کجا نیست

حسنِ تُو ز صد پردہ عیاں است عیاں نیست چوں در آئینہ نہاں است و نہاں نیست
وصفت بکنم چونکہ چساں است چساں نیست ہر لحظہ بکلیم بزبان است زباں نیست

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
مپندار سعدی کہ راہِ صفا تواں رفت جز بر پئے مصطفٰے

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند گر نہ بینی سرِّ حق بر من بخند

پیشوائے ماست صدر المرسلین آنکہ آں دوست اوست بدر المومنین
ہست از پیغمبراں از خوب تر (در شان سید المرسلین) امت او از ہمہ محبوب تر

در مُناجات و دعا

بندگی دکھائے کو مت کیجئے   متقی کہلانے کو مت کیجئے
جو کہ عمل ہو برائے خُدا   سب میں ملحوظ ہو رضائے خُدا
دم بدم اس کی ہی رہے جستجو   اور نہ مطلق رہے کچھ آرزو
یاد میں اس کی سب بھلا دیجئے   رنگ محبت کا دکھلا دیجئے
ظاہر و باطن ہو برائے خُدا   چاہیں خُدا سے نہ سوائے خُدا
دیدۂ بینا ہو ہر اک موئے تن   محوِ تجلّے رہے روح و بدن
اے مرے مولا میرے والی ولی   کر عطا مجھکو بہ طفیل نبیؐ
جو کہ ہیں مسلمان بھائی میرے   فضل سے سب کو یہ رتبہ تو دے

ما ئیم پُر گناہ تُو دریائے رحمتی   جائے کہ فضل تست چہ باشد گناہ ما

الٰہی عاصیم اَسْتَغْفِرُ اللّٰه   تُوئی فریادرس اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
ندارم ہیچ توشہ اندریں راہ   بجُز لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

کریما بہ بخشائے بر حالِ ما   کہ ہستم اسیرِ کمندِ ہوا
ندارم غیر از تو فریادرس   تُوئی عاصیاں را خطا بخش و بس
نگہدار مارا از راہ خطا   خطا درگزار و صوابم نما
خیالِ من اگر باشد تو باشی   الٰہی از غمت دل بے خراشی

خیالِ غیر از من دور گرداں   بدردِ عشق خود رنجور گرداں
خیالِ غیر از من دور داریم   بہ بخش از آں کہ بس امیددارم
حدیث مصطفٰے صوت دہانم   کلام اللہ باشد بر زبانم
دل پابندِ احکامِ شریعت   دل آگاہ و از راہِ طریقت

یارب از سودائے خود دل ریش دار   زندہ دار مرا در عشق خویش دار

تجلی کر کے سب تن من جلا دے   جو دکھانا کل ہو آج ہی دکھا دے

خداوندا مسلمانم مسلمانی نمی دانم   ولیکن چوں مسلمانم مسلماں دار یا اللہ
جز اتنچو لیش کے بر آرد بندہ دست   ہم دعا و ہم اجابت از تو ہست
شب و روز در شام و در بامداد   تو بر یادی از مرچہ دارم بیاد
چو اول شب آہنگ خواب آورم   بہ تسبیح نامت شتاب آورم
چو در نیم شب سر بر آرم ز خواب   ترا خوانم و ریزم از دیدہ آب
وگر بامداد ست را ہم بہ تست   ہمہ روز تا شب پناہم بہ تست
چو خواہم نہ تو روز و شب داوری   مکن شرمسارم دراں داوری
چشم دل از نعیم دو عالم بستہ ایم   مقصود ما ز دنیا و عقبٰے تو ئی و بس
چوں تُو پنہاں شوی از من ہمہ تاریکی و کفرم   چوں تو پیدا شوی بر من مسلمانم بجانِ تو

پندونصائح

دین ونجائے آدمی سور کھو دنیا نال — نہ نبا ہے کسے نال اوڑک دنیا حال
دین ونجایا آدمی دنیا سندی جا — چلیا دنیا چھڈ کے مردیا پچھوتا
دین ونجایا ڈنی تھیں ڈنی نہ چلی ساتھ — دوویں تھوک ونجا کے چلیا خالی ہاتھ
دین ونجایا ڈنی تھیں ڈنی نہ چلی ساتھ — پیر کہاڑا ماریا غافل اپنے ہاتھ
لاہا سول ونجائیکے دشمن آ کھے لگ — روسی پچھوتا دی جاں سڑسی وچ اگ
مال تاروٹی اوہ ہے جیہڑا دین ونجا — حق خدا اور بندیاں سبھو آپے کھا
دنیا کھیتی آخریتی خود حضرت فرماوے — جیہا سو چہ بیجے کوئی تیہا ہی پھل پاوے
اس کھیتی جیہی نہ کوئی کھیتی جیتوں بیج سواریں — سونا روپا پیدا ہووے خوشیاں کر کے کھاویں
بے توں اسنوں محنت کر کے بیجیں اج دیہاڑے — بھلکے ہوسن تیرے اوتھے بوہل اتے کھلواڑے
بے جھن ویلے کجھ نہ بیجیں موسم بیا گواویں — اگے فصل جو کچے دیکھیں رورو پچھوتاویں
جو کجھ بیجیں سو کجھ جمیں جیہاں وا دکمائی — توں کیوں اپنی کھیتی اندر کاہی دب جمائی
کدھرے جھونا کی وٹے کتے کماد کپاہاں — تیری کھیتی وچ نہ دسے بوٹا سوٹھاں ماہاں
تیتھیں اگے چنگے بھائی ہل واہ گئے اگیرے — شوق عشق دی ہل پنجالی توں بھی گھن سویرے
وحدت دیاں سیاں لائیں کھیت ایمان سواریں — کفر شرک تے بوٹے سبھے چن چن کے تو ماریں
*بی صدق دا بہتا پائیں چنگی کریں بیائی — جو کجھ بیجیں چنگا بیجیں بُرا نہ بیجیں بھائی
امر الٰہی دی حدوں ذرا باہر نہ ہوویں — چلیں حکم شریعت اُتے محکم ہو کھلوویں
رہا میری مارو کھیتی پکی اوڑک ناہاں — ہن ایہہ سبھا سکن لگی کسوں حال سناواں
رحمت دا اک بدل بھیجیں مینہ فضل دا پائیں — سوئی ہوئی نوں ذوجی واری ٹوں مُن فیر جوائیں
فضلا مدا جو ساون آوے کا مکر کرم دی آئی — اکو ہلہ رحمت دا واہ دی پڑ وکائی
رحمت ربدی اُتے تکیہ حافظ برخورداری — برکت کلمہ پاک نبی دی ہو جاسی چھٹکارا

مواعظ وارشادات

اگرچہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ تلقین وارشاد، احیائے سنت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ہی گزرتا لیکن جمعہ کے روز اپنی مسجد میں آپ کا پُر تاثیر وعظ ہوتا۔ صرف آپ کے وعظ سننے کی خاطر اطراف و جوانب کے دیہاتوں اور دور دور کے شہروں سے جمعہ کے روز لوگ مسجد میں آتے۔ آپ کے وعظ کا رنگ سادا اور تکلف وتصنع سے خالی ہوتا۔ قرآن وحدیث کا ترجمہ اور بزرگانِ دین کے اقوال اور سیدھی سادھی مثالوں پر مشتمل ہوتا تا کہ عالم و جاہل شہری و دیہاتی برابر مستفید ہو کر راہ راست پر آجائیں۔ عام واعظوں اور مقرروں کی طرح آپ کے وعظ میں کوئی تسلسل اور ربط نہ ہوتا تھا اور نہ ہی آپ فصاحت و بلاغت اور کلام کے قواعد کے ماتحت رہ کر وعظ فرماتے۔ یہ قواعد وضوابط اور تسلسل و ربط صرف انہیں کے لیے مخصوص ہیں جنہوں نے علوم ظاہری کے مکاتب میں تعلیم پائی ہو۔ آپ چونکہ درس گاہ علم لدنی کے تربیت یافتہ تھے۔ اس لیے آپ کے طرز بیان اور سلیقہ کلام میں وہی رنگ ڈھنگ نظر آتا جو قدرت نے تمام مظاہر کو عطا فرمایا ہے۔ قرآن حکیم قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے۔ اس کے مضامین کی طرف غور کیجئے تو کہیں قیامت کا ذکر ہے۔ کہیں جنت اور دوزخ کا۔ کہیں بشارتیں ہیں۔ کہیں نظارتیں۔ اگر احکام و معاملات کا بیان ہے۔ تو ساتھ ہی قصص امم ماضی کا۔ غرضیکہ یہ ملحوظ نہیں رکھا گیا کہ ایک بیان ختم ہو جائے تو اس کے بعد دوسرا شروع ہو۔ بالمسمہ آپ کا وعظ حکیمانہ انداز کا ہوتا تھا۔ آپ چونکہ اپنی قوم کے صحیح نباض تھے۔ اس لیے توحید و معرفت کے وہی نسخے بتاتے جو قلوب وارواح کی علل و بیماریوں کے لیے شفا ثابت ہوں۔ آپ عام واعظوں کی طرح قصہ گوئی سے پرہیز کرتے اور نہ ہی عام علما کی طرح جزوی اختلافات اور مذہبی تنازعات کے متعلق کچھ بیان کرتے۔ بلکہ جو کچھ بیان کرتے اس سے یہ مقصود ہوتا کہ امت عامہ مسلمہ کی اصلاح ہو۔ آپ کے ہر وعظ کا لب لباب یہی ہوتا:۔

(۱) قرآن وسنت پر عمل کرنا (۲) دنیا سے بے رغبت ہونا (۳) اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت پیدا کرنا (۴) توحید واتباع سنت پر قائم رہنا (۵) شکر وتوکل وتقویٰ میں کامل ہونا (۶) اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہر حال میں مقدم رکھنا (۷) اپنے فیصلے شریعت کے مطابق کرنا اور کچہریوں میں نہ لے جانا (۸) ہر بستی اور گاؤں میں ایک جماعت ہو جو حق کی تبلیغ کرے، برائی سے روکے (۹) حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنا (۱۰) معاملات میں خلاف ارشاد حضور ﷺ کے کچھ اختیار نہ کریں (۱۱) حلال کی روزی کھائیں۔ سودخوری، رشوت خوری اور دوسروں کا حق کھانے سے اجتناب کریں (۱۲) یہود ونصاریٰ اور مشرکین کی پیروی نہ کرنا (۱۳) ملبوسات اور معاشرت میں اپنے بزرگوں کی روش اختیار کرنا۔

الغرض یہی باتیں آپ کے مواعظ کا خلاصہ ہیں۔ انہی مندرجہ بالا مضامین کے فروعوں اور شاخوں کو قرآن وحدیث اور سیرت النبی ﷺ وسیرت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اقوال واحوال بزرگانِ دین بالخصوص خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت فیاض بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محبوب سبحانی قطب حقانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، آئمہ اربعہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے۔

آپ نے کوئی ایسا وعظ بیان نہیں کیا جس میں آپ نے اکل حلال اور صدق مقال پر زور نہ دیا ہو۔ فرمایا کرتے جب تک حلال کی روزی نہ ملے اس وقت تک کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ شرقپور میں سودخوری کی کثرت ہے۔ آپ نے سودخوری کو روکنے کے لیے وعظ وپند ترہیب وترغیب کے ذریعہ اتنی کوشش کی جو احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ اگرچہ سودخوری کی مرض اس وقت کثیر الوقوع ہے۔ کوئی قریہ اور کوئی بستی ایسی باقی نہیں جو اس نامراد مرض کا شکار نہ ہو۔ لیکن شرقپور خاص نے اس مرض کی مرکزی حیثیت اختیار کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی کھلم کھلا خلاف ورزی دیکھ کر آپ بڑا سخت کڑھتے۔ وعظ میں رو

رو کر اللہ تعالیٰ کے احکام بیان کرتے۔ سودخوری سے باز رکھنے کے متعلق قرآن حکیم کی آیات اور احادیث نبویہ ﷺ بیان فرماتے۔ لیکن افسوس صد افسوس شرقپور خاص کے لوگوں نے اس بارے میں آپ کی پاک تعلیم پر کان نہیں دھرا اور باوجود آپ کی انتہائی کوشش کے معدودے چند افراد کے سوا آپ کی اس آواز پر کسی نے لبیک نہ کہی۔ بلکہ سودخوری میں آئے دن ترقی ہی ہوتی گئی۔ آخر خدا کے یہ ہادی حضرت نوح علیہ السلام کی طرح زبانِ حال سے یہ پڑھتے ہوئے "رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآئِیْ اِلَّا فِرَارًا" (نوح ۷۱: ۵،۶)۔ عالمِ آخرت کو سدھار گئے۔ آج کل کے رسمی اور نام نہاد مسلمانوں کے متعلق آپ کا یہ قول کہ مسلمان کے مسلمان اور بے ایمان کے بے ایمان کس قدر صادق آتا ہے۔ سلوک وتصوف اور توحید ومعرفت کے بہت سے رازہائے اشاروں میں بیان کر جاتے۔ جو نکتہ شناس ہوتے ان پر وجد طاری ہو جاتا۔

آج آپ کے انہی مواعظ اور ارشادات کا یہ اثر ہے کہ ایک دنیا کی کایا پلٹ گئی ہے۔ لیکن پھر بھی اشقیا ازلی خدا کی اس نعمت سے محروم رہ گئے ہیں۔ تبرکاً ذیل میں آپ کے چند ارشادات جو کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں درج کیے جاتے ہیں۔ امید ہے ناظرین کرام ان کو اپنا دستور العمل بنا کر خوشنودیٔ روح کے باعث ہوں گے۔

ارشادات

۱۔ دنیا دریا ہے۔ آخرت کنارہ۔ کشتی تقویٰ۔ بغیر اس کے پار ہونا محال ہے۔ آدمی سب مسافر ہیں۔

۲۔ خوبیٔ اسلام ہے چھوڑنا بے فائدہ باتوں کا۔

۳۔ تمام خلقت تین صفت کی ہے (ا) فرشتے یہ عقل رکھتے ہیں اور خواہش اور غضب نہیں رکھتے (ب) حیوان یہ خواہش اور غضب رکھتے ہیں اور عقل نہیں رکھتے (ج) انسان

خواہش، غضب اور عقل تینوں رکھتا ہے۔ اگر انسان خواہش اور غضب کو تابع عقل کر لے تو فرشتہ کا اعلیٰ رتبہ پاوے اور جو عقل کو مطیع خواہش اور غضب کے کر ڈالے۔ حیوان سے حقیر ہو جائے کیونکہ ان کی عادت ہے اور اس کا کسب۔ آدمی لذت حیوانی اور خواہش نفسانی کی طلب کرتے ہیں۔ ان کے ہمراہ بھی ملاپ اتنا ہی چاہیے جیسے ضرورت گرم مصالحہ کی طعام میں۔

۴۔ زندگی کو بہتر نہ جان۔ جب تک تجھ سے کوئی کام بہتر نہ ہو۔

۵۔ کم بخت وہ ہے جس کو آخرت کی فکر نہیں ہے اور دنیا کی لذتوں میں پڑا ہے۔

۶۔ اس دولت کو جمع کر جس کو ساتھ لے جا سکے۔ یہ سب مال متاع جسم کے ساتھ رہ جائیں گے۔

۷۔ جب مردے کو دیکھے اپنی موت یاد کرے۔

۸۔ شریر وہ ہے جو کہ شرارت کرے اور غریبوں کو ستاوے۔

۹۔ جس کو طعام سے سیری ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ بھوکا رہتا ہے۔ جس کو مال سے تونگری ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ درویش ہے۔ جو لوگوں سے حاجت چاہتا ہے محروم رہتا ہے۔

۱۰۔ جو اپنے کام میں خدا سے یاری نہیں چاہتا خوار ہوتا ہے۔

۱۱۔ جو آدمی جوانی میں خدا تعالیٰ کے فرمان کو ضائع کر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو بڑھاپے میں خوار کرتے ہیں۔

۱۲۔ جو شخص ایک دن صدق سے خدمت کرتا ہے اس ایک دن کی برکت اس کے تمام زمانہ کو پہنچتی ہے۔ پس اس کا کیا حال ہوگا جو ساری عمر خدمت میں رہتا ہے۔

۱۳۔ چھ آدمی چھ چیزوں کے سبب دوزخ میں جائیں گے (۱) عرب کے لوگ تعصب اور عداوت کی وجہ سے (۲) گاؤں کے رئیس تکبر کی وجہ سے (۳) سوداگر دغا بازی کی وجہ سے (۴) عوام بخل کے سبب (۵) حاکم ظلم کی وجہ سے (۶) عالم حسد کی وجہ سے۔ حسد نیکیوں کو جلا دیتا ہے حاسد کا کوئی مددگار نہیں (ارشاد نبوی ﷺ)

۱۴۔ ظاہری پاکی باطن کی پاکی کے موافق ہو یعنی جب ہاتھ دھوئے تو چاہیے کہ دل کو دُنیا کی دوستی سے دھو ڈالے۔ جب استنجا کرے تو چاہیے۔ جس طرح ظاہری پلیدی سے نجات پائی اسی طرح باطن یعنی غیر کی دوستی سے نجات چاہے۔

۱۵۔ حماقت یہ ہے کہ اعتقاد رکھے اور عمل نہ کرے۔ کفرِ پنہانی یہ ہے کہ خیال کرے یہ بات ایسی نہیں کسی اور وجہ پر ہوگی۔

۱۶۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ اسد اللہ غالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) مطلوب کل مطالب مظہر العجائب والغرائب کرم اللہ وجہٗ نے ایسی حکمت آموز باتیں بیان کیں۔ جن کی طرف کسی کا ذہن نہیں دوڑا۔

جس کی بات میں نرمی ہوگی، اس کے دل میں محبت کا مادہ ضرور ہوگا۔ جس بندہ نے اپنے نفس کی قدر پہچانی، وہ کبھی ہلاک نہ ہوا تو جس سے چاہے مانگے۔ مگر اس بات کا یقین کرلے تو اس کا قیدی ہو چکا۔ تو جس کو چاہے دے۔ اس کا حاکم و امیر ہوگا۔ تو جس سے چاہے استغنا اور بے پروائی برت۔ انجام کار اسی جیسا ہووے گا۔

۱۷۔ جس شخص کی ایمان کی بنا ان چار اصولوں پر ہو۔ اس کا ایمان محکم اور مضبوط ہو جاتا ہے۔ مسلمان خالص ہو کر بارگاہِ صمدانی اور درگاہ یزدانی کا خاص مقرب ہو جاتا ہے۔ چار اصول یہ ہیں:۔

(۱) دل کی تصدیق (۲) زبان کا اقرار (۳) تن کا عمل (۴) سنت کی متابعت۔ جو شخص ان چاروں اصولوں سے محروم ہے وہ کافر ہے۔ جو زبان سے اقرار کرے۔ دل سے تصدیق نہیں کرتا وہ منافق ہے اور منافق کا حال کافر سے بُرا ہے۔ جو شخص دل سے تصدیق کرتا ہے اور زبان سے بھی اقرار کرتا ہے جو اس پر عمل نہیں کرتا۔ وہ فاسق ہے۔ فاسق قصور کے اندازہ پر دوزخ میں جاوے گا۔ کم سے کم ایک ساعت یا زیادہ سے زیادہ ستر برس۔ جو شخص دل کی تصدیق اور زبانی بھی اقرار کرتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ مگر سنت نبوی ﷺ کی متابعت

میں تھوڑا سا تغافل برتتا ہے۔ وہ قبیح ہے یعنی بدعتی اور بدعتی دوزخ کے کتے ہوں گے۔

۱۸۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسلمان کو کفر سے اجتناب کرنے کے بعد چاہیے کہ اپنی آنکھ، کان، پیٹ، شرم گاہ اور ہاتھ پاؤں، دل زبان کو صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے روک رکھے۔

فرماتے ایک بُری عادت چھوڑنی سو برس کی عبادت سے افضل ہے۔

۱۹۔ اگر تم میں تین عادتیں ہوں۔ تو خداوند کریم تم سے آسانی سے حساب کتاب لیں گے اور جنت میں داخل کریں گے۔

(ا) جو تم کو نہ دے۔ تم اس کو دو۔ محروم نہ رکھو۔

(ب) جو تم پر ظلم کرے۔ اس کو معاف کردو۔

(ج) جو رشتہ دار تجھ سے قطع تعلق کرے۔ تم اس سے ملو۔ تم قطع تعلق نہ کرو۔

۲۰۔ فرمایا نبی کریم ﷺ نے عنقریب ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف نشان باقی رہ جائے گا۔ مسلمانوں کی مسجدیں آباد ہوں گی۔ مگر در حقیقت وہ ہدایت سے خالی ہوں گی۔ اس زمانے کے علما روئے زمین کے آدمیوں میں سب زیادہ شریر ہوں گے۔ انہیں کی طرف سے فتنہ فساد شروع ہوگا اور انہیں پر ختم ہوگا۔ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ پیٹ کے دھندوں میں گرفتار ہوں گے۔ ان کی بڑائی دنیا کی دولت کے لحاظ سے ہوگی۔ ان کا قبلہ عورتیں ہوں گی۔ ان کا مطلوب سیم وزر ہوگا۔ یہ لوگ خدا کے بندوں میں سب سے زیادہ بُرے ہوں گے۔ اور خداوند کریم کے نزدیک ان کی کچھ وقعت نہ ہوگی۔

لوگوں پر عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ دین کو مٹا دیں گے۔ اور بدعتیں ایجاد کریں گے۔ اس وقت جو کوئی میری سنت پر عمل کرے گا غریب تنہا رہ جائے گا۔ اور جو بدعت کی پیروی کرے گا۔ پچاس ساٹھ سے زیادہ اس کے مصاحب بن جائیں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہمارے بعد کوئی ہم سے

افضل ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں“۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ! کیا ان پر وحی اترے گی؟ پھر اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ یہ لوگ کس طرح رہیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ اسی طرح ان کے دل گھلا کریں گے“۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کس طرح زندگی بسر کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس طرح سرکہ کے کیڑے سرکہ میں بسر کرتے ہیں“۔ پھر صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ دین کی حفاظت کس طرح کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس طرح تم انگیٹھی کی آگ کی حفاظت کرتے ہو۔ چھوؤ تو بجھ جائے۔ ہاتھ لگاؤ تو جل جائے۔

۲۱۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر تم نماز پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح جھک جاؤ اور روزہ رکھتے رکھتے تیر کی طرح دبلے ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے یہ اعمال قبول نہ کرے گا۔ جب تک حرام سے نہ بچو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں حرام ہوتا ہے۔ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی ایمان کی تہ کو نہیں پہنچتا جب تک اس میں چار خصلتیں نہ ہوں۔ (۱) فرائض کا ادا کرنا بمع سنتوں کے (۲) حلال کھانا پرہیز کے ساتھ (۳) ظاہر باطن منع کی گئی چیز سے بچنا (۴) ان باتوں پر موت تک جمارہنا۔ جو آدمی چالیس دن تک شبہ کا مال کھاتا ہے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ یہی معنی اس آیت کے ہیں۔ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ شبہ کا ایک درم واپس پھیر دینا میرے نزدیک ایک سے چھ لاکھ تک خیرات کرنے سے بہتر ہے اور کہتے ہیں آدمی ایک لقمہ حرام کا کھاتا ہے اس سے اس کا دل چمڑے کی طرح سخت ہو جاتا ہے۔

مرض الموت اور وفات

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ج

دنیا میں جس نے قدم رکھا ہے اُسے ایک نہ ایک روز موت کا تلخ اور ہلاکت آفرین ساغر ضرور منہ سے لگانا پڑے گا۔ اس دنیا کی ساری چیزیں ایک دن صفحہ ہستی سے مٹ جانے والی ہیں۔ ہر انسان کو معلوم ہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے یا آئندہ کرے گا اس کا نام ونشان تک مٹ جائے گا۔ دنیا کا ایک ایک ذرہ اس کی ناپائیداری اور بے ثباتی پر گواہ ہے۔ بڑے بڑے خدا کے پیارے اور برگزیدہ بندے دنیا میں آئے۔ مگر بالآخر چند روز مسافرانہ زندگی بسر کر کے انہیں اپنے اصلی مرکز کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ بڑے بڑے عظیم الشان بادشاہ اور مشہور و نامور تاجدار جن کی سطوت و جبروت کے پُرشوکت و شاندار جھنڈے دنیا کے چاروں کونوں میں گڑے نظر آتے تھے۔ موت نے انہیں ایسا گمنام کیا کہ آج ان کا نام ونشان بھی نہیں ملتا۔

بہت سے شہنشاہ باعز و شان — ہوئے اس جگہ سب کے سب بے نشاں
اگر قبر کھلوا کے دیکھو کبھی — جو ہڈی گدا کی تھی اور شاہ کی
تو کچھ فرق معلوم دے گا نہ آشنا — کہ تھا کون اس میں گدا کون شاہ
تمنا میں دنیا کے ہرگز نہ پھنس — کہ چاندنی چار دن کی ہے بس

اگرچہ دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا المناک اور دل بجھا دینے والا خیال برق قوت بن کر تمام جہان میں دوڑ رہا ہے اور زمانہ اپنے حیرتناک انقلابات کے نمونے مشاہدہ کرا کے یہ سبق پڑھا رہا ہے کہ دنیا ایک بے حقیقت چیز ہے۔ اور جینا مرنا ایک معمولی بات ہے۔ اس پر خوش ہونے اور اس پر رنج کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

140820

لیکن صاحبو! جب کوئی خدا و خلق کا محبوب دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو پتھر کا دل بھی آنسو بہائے بغیر نہیں رہتا۔ حقیقت میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال کوئی معمولی انتقال نہیں۔ جس جس کے کان میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی جانگزا خبر پہنچی اور معلوم ہوا کہ آپ دنیا سے منہ موڑ کر خداوندی رحمت اور اس کی جنت میں انتقال کر گئے ہیں۔ وہ ایسے قلق و اضطراب میں گرفتار ہوا جو جگر کو پاش پاش کیے دیتا ہے۔ آپ کی شریف و مقدس ذات سے تمام پنجاب کو عموماً اور شرقپور شریف کو خصوصاً فخر و ناز حاصل تھا۔ یہی ایک فرید عصر اور یگانہ روزگار تھے۔ جن کی بدولت شرقپور کو شرقپور شریف کا لقب میسر آیا اور یہاں کے باشندے جس جگہ بھی جائیں۔ نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ حیف صد حیف اے دنیائے دوں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ط (البقرہ ۲:۱۵۶)

اسبابِ مرض

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت اوائل عمر کی ریاضت و زہد اور نفس کشی و مجاہدہ کی وجہ سے دیر سے نہایت کمزور ہو چکی تھی۔ لیکن گذشتہ دو تین سال سے آپ کے اعضا پر ضعف کا نہایت نمایاں اثر ہو گیا تھا۔ جب تک بدن میں طاقت رہی آپ پانچوں نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کرتے رہے لیکن گذشتہ دو تین سال سے صرف جمعہ کی نماز پڑھاتے۔ وفات سے دو تین ماہ پہلے یہ حالت ہو گئی کہ نماز جمعہ سے بھی رہ گئے۔ ضعف و نقاہت یہاں تک بڑھ گیا کہ اندر سے باہر اور باہر سے اندر جانا آپ کے لیے ایک مصیبت کا سامنا ہو گیا۔ جب متواتر تین جمعے مسجد میں نہ گئے تو احباب میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ خود زار و قطار روتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرے جینے سے موت بہتر ہے۔ لوگ دور دور سے جمعہ کی نماز میں شرکت کے لیے مسجد میں آتے ہیں اور میں بے حس و حرکت یہاں گھر میں پڑا ہوں۔ اطبا اور ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ آپ تبدیلی آب و ہوا کے لیے کشمیر جائیں۔ چنانچہ

آپ نے شرقپور کے دُکانداروں کے لین دین کا تمام حساب بے باق کر دیا۔

سفرِ کشمیر

اپنے مندرجہ ذیل خدام خاص کے ہمراہ سرینگر تشریف لے گئے:۔

(۱) مولوی دین محمد فیض پوری (۲) سید نُور حسن شاہ صاحب (۳) مولوی خدا بخش صاحب لاہوری (۴) مولوی سراج الدین صاحب (۵) مستری کرم دین صاحب۔

سرینگر میں جناب شیخ محمد حسین المعروف ہری صاحب کے ہوٹل میں صرف چار یوم تک قیام کیا۔ جناب شیخ محمد حسین المعروف ہری صاحب ایک نومسلم انگریز ہیں اور میاں صاحب قدس سرہٗ کے قدیمی عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ میاں صاحب قدس سرہٗ کی زیارت کے لیے متعدد بار شرقپور تشریف لا چکے ہیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس حالت میں دیکھ کر ان پر رقت طاری ہو گئی اور اسی وقت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بلائیں لینی شروع کر دیں۔ جب تک میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں رہے آپ کی اور آپ ہمراہیوں کی اس قدر خدمت کی جو احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ چار روز کے بعد آپ کی طبیعت اکتا گئی۔ ہلکا سا بخار بھی ہو گیا۔ آخر واپس لاہور تشریف لے آئے۔ تین روز تک سر میاں محمد شفیع کی کوٹھی واقع مزنگ روڈ میں ٹھہرے رہے۔

علاج

لاہور کے چوٹی کے حکیم اور ڈاکٹر آپ کے معالج رہے۔ جب کچھ افاقہ نہ ہوا اور مرض بخار نے اشتداد پکڑا تو شرقپور واپس آ گئے۔ جناب حکیم سید علی احمد صاحب نیر واسطی، پروفیسر طبیہ کالج، لاہور، جناب حاذق الملک سید ظفریاب صاحب مستند دہلی مقیم لاہور، حکیم احمد علی صاحب قصوری، حکیم محمد یوسف صاحب لاہوری، ڈاکٹر محمد یوسف صاحب،

اسسٹنٹ سول سرجن، ڈاکٹر حاکم دین صاحب، اسسٹنٹ سول سرجن، میو ہسپتال، لاہور نے متفقہ اپنے یونانی و انگریزی طریقہ کے مطابق ٹائیفائیڈ فیور (تپ محرقہ بطنی) تشخیص کر کے شاہانہ نسخہ جات استعمال کروائے مگر سب بے سود ثابت ہوئے۔

ہذیان و غشی

آپ پر غشی کے دورے بکثرت طاری ہونے شروع ہو گئے۔ کیا غشی کے عالم میں اور کیا افاقہ میں سوائے قرآن مجید کی تلاوت اور درود شریف کے اور کوئی لفظ آپ کی زبان پر نہ آتا۔ اگرچہ باتوں کے وقت آپ کی زبان لڑکھڑاتی تھی مگر الحمد شریف اور سورہ اخلاص نہایت صحیح پڑھتے۔ اس حالت میں بھی فریضہ دعوت و تبلیغ کو نہیں بھولے۔ نماز کی نہایت شدت سے تاکید فرماتے۔ کبھی ہذیان کے عالم میں وعظ کرتے۔ موت سے کوئی پندرہ سولہ روز پہلے آپ نے بجائے پنجابی کے اردو بولنا شروع کر دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے آپ کو کبھی کسی نے اردو بولتے نہیں سنا۔ کیا بیہوشی اور کیا ہوش کے عالم میں اردو زبان میں گفتگو کرتے۔ اس بیہوشی کے عالم میں اشاروں سے نماز ادا کر لیتے۔

وصایا

وفات سے چند روز پیشتر میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (اپنے چھوٹے بھائی) کو بلایا اور سید نُور الحسن شاہ صاحب اور بابا عبداللہ فیروزپوری کے روبرو یہ وصیت کی۔ "گھبرانا نہیں۔ مہمانوں کی خدمت میں کوتاہی نہ کرنا۔ جمعہ کی نماز خود پڑھانا اور باقی نمازیں اور مسجد کا اہتمام میاں ابراہیم صاحب اور حاجی عبدالرحمٰن صاحب کے سپرد کر دینا۔ جمعہ کی نماز کے علاوہ اور بھی وقتاً فوقتاً مسجد میں جا کر نمازیں پڑھانا''۔ اس کے ساتھ تلقین و ارشاد کی اجازت بھی مرحمت فرما دی''۔ ایک بار عصا ٹیک کر زنانخانہ خانہ میں

گئے اور سب کو الوداعی پیار دیا۔ فرمایا کہ اب میں گورستان ڈاہراں والے جانا چاہتا ہوں۔ دوشنبہ کے روز ۳ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ بمطابق ۲۸ اگست ۱۹۲۸ء کو جیسے جیسے دن چڑھتا تھا آپ پر بار بار غشی طاری ہوتی تھی۔ آپ نے فرمایا بھی دیا کہ آج میں رخصت ہو جاؤں گا۔ ہچکی اور سینہ کی گھر گھراہٹ شروع ہوگئی۔ اس عالم بھی سورہ اخلاص کی تلاوت سننے والے آپ کے لبوں کی جنبش سے سنتے تھے۔

وفات

آخر رات کے گیارہ بجے آپ کی روح پاک قفسِ عنصری سے پرواز کرکے عالم قدس میں پہنچ گئی۔ اور یہ آفتاب حقانی اپنی عمر کے پینسٹھ مرحلے طے کرنے کے بعد روپوش ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط (البقرۃ156)

انتقال کے وقت مندرجہ اصحاب آپ کی چارپائی کے گرد بیٹھے ہوئے زاروقطار رو رو کر تسبیح وتہلیل کر رہے تھے۔ (۱) حاجی عبدالرحمٰن صاحب مقیم مسجد میاں صاحبؒ (۲) میاں محمد ابراہیم صاحب قاری امام مسجد میاں صاحبؒ (۳) حافظ واحد بخش صاحب لائل پوری (۴) مولوی غلام اللہ صاحب برادر حقیقی میاں صاحبؒ (۵) مولوی دین محمد صاحب خادم خاص (۶) مولوی اشراف الدین صاحب، لائل پوری (۷) مستری کرم الدین صاحب، (۸) میاں فضل احمد صاحب (۹) محمد صدیق ولد نور الدین شیر فروش (۱۰) میاں محمد ابراہیم صاحب صوفی قصوری (۱۱) میاں فتح اللہ صاحب بی۔ اے (کینٹب) لائل پوری (۱۲) جناب حکیم محمد یوسف صاحب (۱۳) ملک کرم الدین از چھریانوالہ۔

رات کے اڑھائی بجے تک تجہیز وتکفین کا کام مذکورہ بالا اصحاب نے سرانجام دیا۔ تکفین کے وقت یہ سیاہ کار راقم الحروف بندہ حسن علی عفی عنہٗ آپ کے جمال اقدس کی زیارت سے شرف اندوز ہوا۔ اس وقت جو کیفیت طاری ہوئی وہ قیامت تک بھولنے کی نہیں۔ آپ کے محب صادق میاں فتح اللہ صاحب موصوف تو آپ کے فراق میں دیوانے

اور مجنون سے ہوگئے۔ گویا انہیں حضور کی وفات کا یقین نہیں آتا تھا۔ آپ کے جنازے کو برابر پنکھا کرتے رہے کہ مبادا شدتِ گرما سے آپ کو تکلیف پہنچے۔ راتوں رات اکثر شہروں اور دیہاتوں میں اطلاع کردی گئی۔ صبح تک آپ کے جانثاروں کا جم غفیر مختلف دیہاتوں اور شہروں سے حاضر ہوگیا۔ شرقپور کے ہندوؤں اور مسلمانوں نے مکمل ہڑتال کردی۔ آپ کے مکان کے سامنے حفاظ نے قرآن شریف ختم کیے۔ شنبہ کے روز دن کے دس بجے آپ کا جنازہ ڈاہراں والا قبرستان کی طرف لے جایا گیا۔ جب جنازہ چلا تو لوگ ان بانسوں سے جن سے آپ کا جنازہ بندھا ہوا تھا ہاتھ لگاتے اور تبرک حاصل کرتے۔ عورتیں گھروں کی چھتوں پر آپ کے جنازے کی زیارت کرکے آپ کے حق میں دعا وثنا کرتی تھیں۔ جب آپ کا جنازہ جنازگاہ میں پہنچا تو اچانک ایک طرف سے ٹھنڈی ہوا چلی۔ بادل اٹھا۔ آپ کے جنازہ پر موسلا دھار مینہ برسا۔ سب لوگوں نے اسے رحمتِ خداوندی کا نزول سمجھا اور آپ کی کرامت تصور کیا کیونکہ اس سے پیشتر مطلع بالکل صاف تھا۔ کئی ماہ تک بادل کا نام تک بھی آسمان پر نظر نہیں آتا تھا۔ انسان، حیوان اور پرند مارے شدتِ گرما کے نیم جان ہوچکے تھے۔

نمازِ جنازہ

سہ پہر کے وقت چار بجے کے قریب حضرت میاں مظہر قیوم سجادہ نشین رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ خلقت کا اژدحام اس قدر تھا کہ صف بندی بھی مشکل ہوگئی۔ شرقپور جیسے معمولی قصبہ میں آپ کا جنازہ ایک تاریخی یادگار ہے۔ کئی ہزار لوگ جنازہ میں شریک تھے۔

آپ کی زیارت کے لیے ہندو، سکھ اور دیگر غیر مسلم کثیر تعداد میں آ جمع ہوئے۔ نمازِ جنازہ سے پہلے اور بعد میں سب لوگ آپ کے جمالِ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔ آپ کا چہرہ مبارک یہ خبر دیتا تھا گویا کہ حسن وسپیدی میں مصحف کا کوئی ورق ہے۔

تدفین

شام کے قریب قبرستان ڈاہراں والا میں آپ کو سپردِ زمین کیا گیا۔ آپ نے اس قطعہ زمین کو اپنی زندگی ہی میں اپنی قبر کے لیے پسند فرمایا تھا اور جیسا کہ میاں فتح اللہ صاحب، لالکپوری اور صوفی ابراہیم صاحب قصوری کی زبانی معلوم ہوا ہے۔ آپ نے وصیت بھی فرمائی تھی کہ مجھے اسی جگہ دفن کرنا۔ نیز یہ بھی آپ کی وصیت تھی کہ میری قبر کچی بنانا۔

اندوہِ دل

ہائے ہماری بستی تباہ و برباد ہو گئی۔ ہمارا گھر لٹ گیا۔ آج ہمارے سر سے تاج اتر گیا یعنی آفتابِ ولایت روپوش ہو گیا۔ اب غریبوں اور ضعیفوں کی خبر گیری کون کرے گا۔ یتیموں اور بیواؤں کا حال پُرساں کون گا۔ آپ رحیم تھے۔ شفیق تھے۔ صرف انسانوں سے نہیں بلکہ حیوانوں سے بھی۔ اے خدا کے برگزیدہ ولی تیرا وجود شرقپور کے لیے ایک ڈھال تھا۔ تُو نے ٹوٹے ہوؤں کو جوڑا۔ بگڑے ہوؤں کو بنایا۔ روٹھے ہوؤں کو منایا۔ لڑے ہوؤں کو شیر و شکر کیا۔ اے مصیبت میں غیروں کے کام آنے والے۔ خطا کاروں سے درگزر کرنے والے۔ ہم سیاہ کاروں سے کیوں روٹھ گیا۔ کیا تیرے سوہنے مکھڑے کی زیارت سے اب ہم ہمیشہ کے لیے محروم رہیں گے؟ وہ آپ کا مسجد میں وعظ کرنا۔ مسجد کی در و دیوار کو اپنے وعظ پر گواہ ٹھہرانا۔ تیری کن کن باتوں کو یاد کر کے ہم نہ روئیں گے۔ تیرے انعامات اور فیوض سے ایک دنیا مالا مال ہے۔

اے باد مشکبو بگذر سوئے آں نگار
بکشا گرہ ز زلفش دبوئے بمن بیار

اے شرقپور کے لوگو ذرا گوش ہوش سے سنو! حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی وفات سے یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ مر گئے ہیں۔ وہ پہلے بھی زندہ تھے اور اب بھی زندہ ہیں۔ بلکہ آپ کی موجودہ زندگی سابقہ زندگی سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ اب آپ اپنے محبوبِ حقیقی سے جا ملے ہیں اور توحید کے اس بحرِ ناپیدا کنار میں غوطے لگا رہے ہیں جو آپ کی زندگی کا اصلی اور حقیقی منشا تھا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق — ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما
نہ باشد موردِ ہرگز انبیا را — نہ ہر یک اصفیا و اتقیا را
زوارے تابدارے نقل باشد — شغلِ کارِ دنیا عزل باشد

اولیاء اللہ کو جو زندگی مرنے کے بعد نصیب ہوتی ہے اس کے آگے دنیا کی بادشاہت ہونے کی کچھ وقعت نہیں۔ یہ بات میرے دل کی بنائی ہوئی نہیں۔ قرآن حکیم اس پر گواہ اور ناطق ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ط (البقرہ:154) ترجمہ: اور نہ کہو جو کوئی مارا جائے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ط (البقرہ:156)

بزرگوں کے لیے موت بمنزلہ ایک دروازہ کے ہے۔ جس سے گزر کر وہ خدا تعالیٰ کی ایسی وسیع سلطنت کے وارث جا بنتے ہیں۔ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا ط (الدھر:۲۰) ترجمہ۔ اور جب تُو دیکھے وہاں تو دیکھے نعمت اور سلطنت بڑی۔

میرے ہم وطن بھائیو! تمہارا اس ذات ستودہ صفات سے اظہارِ عقیدت و محبت بناوٹی و مصنوعی نہ ہو۔ اگر تمہاری محبت صادق ہے اور تم چاہتے ہو کہ آپ کی پاک روح تم سے راضی و خوش رہے اور اس عالمِ مثال اور برزخ میں خدا کی جناب اور بارگاہ میں تمہاری دُعاؤں کا باعث ہو تا کہ اللہ تعالیٰ کی برکتیں تم پر نازل ہوں تو اس کی واحد صورت یہی ہے کہ تم آپ کی پاک تعلیم پر عمل کرو اور آپ کے پاک اسوۂ کو اپنے لیے راہِ عمل بناؤ۔ تم نے سب

کچھ اپنے کانوں سے سنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا ہے۔ میں نے اس تالیف میں آپ کی تعلیمات کا لب لباب جمع کر دیا ہے۔ یاد رکھو کہ آپ جن امور کو اپنی حیات طیبہ میں پسند کرتے تھے اب بھی بدستور رکھتے ہیں۔ آپ کے وجود سے مردوں سا برتاؤ نہ کرو بلکہ زندوں کا سا۔

اے خدا کے برگزیدہ بزرگ! میری روح تیری محبت میں گداز ہے۔ میرا دل تیری عزت وعظمت میں لبریز ہے۔ میرے جسم کے ہر رونگٹے اور میرے بدن کے ہر ذرے سے تیری مدح وثنا کا اک شور بپا ہے۔ میری طرف سے لاتعداد سلام وصلوٰۃ تیری روح پر۔ اس سیاہ کار اور ادنیٰ خادم کو اے خدا کے برگزیدہ ولی میدانِ محشر میں نہ بھول جانا۔

افسوس جب آپ کا آفتاب نور وعرفان پوری تابانی سے چمک رہا تھا تو ظلمتوں اور تاریکیوں نے دروازہ نہ کھلنے دیا اور جب کہ طلب نے آنکھیں کھولیں اور غفلت نے کروٹ لی تو راہ دور اور نشانِ منزل گم۔ وقت جا چکا اور اب پس ماندگانِ غفلت کی خاطر کب لوٹ سکتا ہے۔

احب الصالحین ولست منہم
لعل اللہ یرزقنی صلاحا

حضرت میاں صاحب کی اولاد اور پسماندگان

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں یعنی کل چھ اولادیں ہوئیں۔ دونوں صاحبزادے اور دو چھوٹی صاحبزادیاں چھوٹی عمر میں انتقال کر گئے۔ آپ کی بڑی عصمت مآب صاحبزادی کا نام حضرت غلام فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا تھا۔ حضرت غلام فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا تقویٰ اور دینداری میں اپنی نظیر نہیں رکھتی تھیں۔ شب بیدار اور پابند صوم وصلوٰۃ تھیں۔ دینی مسائل سے پوری واقفیت رکھتی تھیں۔ حضرت

میاں صاحب کے گھر جو عورتیں آتیں انہیں ہدایت کرتیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے حد درجہ محبت تھی۔ بعض سخت مجبوریوں کی بنا پر نکاح ہو جانے کے بعد اپنے والد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہی عمر بسر کرنی پڑی۔ حضرت میاں صاحب کی والدہ مرحومہ مغفورہ کا جب ۱۳۲۰ھ میں انتقال ہو گیا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کھانے پینے یعنی لنگر خانے کا سارا انتظام ان کے سپرد کر دیا۔ آپ کی یہ محبوب ترین آخری اولاد اپنے باپ کو تن تنہا چھوڑ کر ۱۳۴۳ھ میں عالمِ آخرت کو سدھار گئیں۔ کہتے ہیں کہ جب انتقال کا وقت قریب آیا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور آپ سے معرفت کی بہت سی باتیں کیں۔ حضرت غلام فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کی وفات کا آپ کو سخت صدمہ ہوا لیکن طبیعت بوجہ ضبط وقابو ہونے کے اس کا اظہار عوام الناس سے نہیں کرتے تھے۔ ہاں! البتہ خواص سے کبھی کبھی فرما دیتے کہ اب میں اکیلا رہ گیا ہوں اور میری باری بھی آ گئی ہے۔

الغرض حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صلب سے کوئی اولاد بوقت رخصت نہیں چھوڑی۔ آپ کی محسوس یادگار آپ کے برادرِ خورد میاں غلام اللہ صاحب مدظلہ اور دو مہربان بہنیں رہ گئی ہیں۔ اب اللہ کریم ان پسماندگان کو مدت دراز تک سلامت رکھے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رحلت سے چند روز پیشتر سید نور الحسن شاہ صاحب ساکنہ حضرت کیلیانوالہ اور میاں بابا عبد اللہ صاحب کے روبرو تلقین وارشاد کی ہدایت مرحمت فرما کر میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ چنانچہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ میاں غلام اللہ صاحب میرے قدیمی احباب میں سے ہیں۔ میرے دل میں ان کی بڑی قدر ومنزلت ہے۔ شروع شروع میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ان کی طبیعت دنیوی مشاغل مثلاً ملازمت، طبابت اور زمینداری کی طرف راغب رہتی تھی اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دوررس نظر جس کام کے لیے انہیں تیار کرنا چاہتی

تھی۔اس سے قدرے گریزاں تھے۔لیکن بالآخر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ہی برق نظر نے ان کے سارے حجابات دور کر کے انہیں اپنا ایسا گرویدہ بنایا کہ سوائے اس خاص کام کے سب کاموں سے چھڑوا دیا۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد آنجا کہ خاطر خواہ اوست

حلیہ مبارک حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ میانہ قد اور نحیف الجسم تھے۔رنگ گندمی تھا۔پیشانی چوڑی۔ابرو پیوستہ اور داڑھی گھنی تھی۔داڑھی کے اکثر بال سیاہ اور کچھ سفید تھے۔چہرہ ہلکا تھا اور اس سے انوارِ حقانی واضح ولائح تھے۔بینی مبارک درازی مائل تھی اور آنکھوں میں سرمہ لگایا کرتے تھے۔چونکہ بوجہ گریہ مِنْ خشیت اللہ بینائی میں دھند واقع ہوگئی تھی۔اس لیے بوقتِ وعظ و مطالعہ کتب چشمہ لگالیتے۔بالوں میں نیز بدن پر روغن لگالیتے تھے۔رفتار بہت تیز تھی۔چلتے تھے تو یہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ گئے وہ گئے۔آپ تفکر میں زیادہ رہتے اور ہنستے بہت کم۔کبھی کبھی ظرافت کی باتیں بھی فرماتے۔

لباس سفید رنگ کا استعمال فرماتے۔عام لباس،رومال،پگڑی،کرتہ اور تہبند ہوتا تھا اور پگڑی کے نیچے سر سے لپٹی ہوئی ٹوپی ہوتی تھی۔

زرد رنگ کا بند گلے کا کوٹ بھی جمعہ کے روز پہنتے تھے۔جوتا دیسی زرد رنگ کا جھلمی طرز کا اکثر استعمال کرتے تھے۔جمعہ کے روز خوشبو بھی لگاتے تھے۔آپ نے سوائے ایک دفعہ کے کبھی پاجامہ استعمال نہیں فرمایا۔موسمِ سرما میں چرمی موزے استعمال فرماتے تھے۔طبیعت میں حد درجہ کی نفاست تھی۔ہاتھوں کی انگلیاں ریشم کی طرح ملائم تھیں۔نسوار بھی لیا کرتے تھے۔

کرامات و مکشوفات

ملک حسن علی کشف و کرامات کے بارے میں لکھتے ہیں: "مقصود بالذات ذوق و شوق اور محبت الٰہی ہے۔کشف و کرامات ثمرات زائدہ ہیں۔ہوئے ہوئے۔نہ ہوئے نہ ہوئے۔حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کشف و کرامات کو نہایت ادنیٰ درجہ کی چیز سمجھتے تھے اور آپ نے ظاہر کرنے کی کبھی رغبت و خواہش نہیں کی۔لیکن با ایں ہمہ آپ کے راسخ الاعتقاد احباب سینکڑوں کرامتیں بیان کرتے ہیں۔کرامت یا خرقِ عادت در حقیقت خدا کا فعل ہوتا ہے۔جسے وہ اپنے بندہ کے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے۔میں مشتے نمونہ از خروارے ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتا ہوں:

1۔ایک شخص کی بھینس کے تھنوں سے بجائے دودھ کے خون نکلتا تھا۔جب ہر جگہ سے وہ شخص لاچار ہوگیا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا۔آپ نے اپنے دسترخوان سے اُسے ایک روٹی عنایت کی اور فرمایا: اسے بھینس کو کھلا دو۔چنانچہ اس نے ویسا ہی کیا تو خدا کے فضل سے اس کے تھنوں سے دودھ جاری ہوگیا۔

2۔اکثر دیہاتی لوگوں کی گائیں،بھینسیں وغیرہ وقت پر دودھ نہ دیتیں یا انہیں نظر بد لگ جاتی تو آپ کی خدمت میں آتے۔آپ کسی کو یہ فرماتے کہ اس گائے یا بھینس کو جا کر یہ کہہ دو یا الحمد شریف پڑھ دو۔کسی کو آپ یہ فرماتے کہ اس گائے یا بھینس کو جا کر کہہ دو کہ کیا وجہ ہے؟ ہم تمہیں چارہ اور گھاس ڈالتے ہیں تو تُو دودھ کیوں نہیں دیتی؟ آپ کے ان ارشاد کے عمل کرنے سے اس قسم کی کوئی شکایت باقی نہ رہتی۔

3۔آپ کی دعا سے مختلف لاعلاج بیماریوں کے کئی مایوس مریض اچھے ہوئے۔بے اولاد،صاحب اولاد ہوگئے۔

4۔کئی چور اور ڈاکو آپ کی برکت سے تائب ہو کر راہ راست پر آگئے۔

5۔ شرقپور شریف چاہ ٹجیانوالہ پر ایک آم کا درخت قطعاً پھل نہ دیتا تھا۔ میاں اللہ بخش کاشتکار چاہ مذکور نے جبکہ ایک بار آپ کا چاہ مذکور کی طرف گزر ہوا۔ آپ سے اس کے متعلق گذارش کی۔ آپ نے دعا کی اس وقت سے برابر ہر سال پھل دیتا ہے۔

6۔ موضع پھریانوالہ میں ایک شخص محمد علی ولد رمضان نامی بہشتی رہتا تھا۔ وہ اپنی زبان سے قصہ یُوں بیان کرتا ہے کہ وہ اپنے والد سے لڑ جھگڑ کر گھر سے بھاگ گیا۔ اُس کے والد نے اُسے بہت تلاش کیا مگر وہ کہیں نہ اُسے ملا۔ آخر اُن کے والد صاحب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے دعا کے لیے درخواست کی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جاؤ اور اطمینان سے بیٹھ رہو۔ اگر خدا کو منظور ہوا تو تمہارا بیٹا آجائے گا۔ وہ رات کے وقت کسی مسجد میں سو رہتا تھا۔ وہ اچانک کیا دیکھتا ہے کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ رات کے وقت اُس کے خواب میں ارشاد فرما رہے ہیں کہ بیٹا اپنے وطن باپ کے پاس چلے جاؤ۔ دوسری رات بھی یہی واقعہ ہوا۔ آخر تیسری رات جب اُس نے یہ ماجرا دیکھا تو صبح اٹھتے ہی اپنے گاؤں پہنچ کر دم لیا۔

7۔ کئی ملزموں کو پھانسی کی سزا ہو جاتی۔ اُن کے ورثا آپ کی خدمت میں آتے۔ آپ کی دعا سے ٹل جاتی۔

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گرداند ز راہ

8۔ کئی مقروض اور تنگدست آپ کی خدمت میں آتے۔ آپ کی دعا و برکت سے ان کے رزق میں فراخی ہوتی اور قرض کے بار سے سبکدوش ہو جاتے۔

9۔ آپ کے لنگر خانہ کے طعام میں ایسی برکت ہوتی تھی کہ اگرچہ معلوم ہوتا تھا کہ کھانا مہمانوں کی نسبت تھوڑا ہے لیکن سارے مہمان اور فقراء سیر ہو کر کھا لیتے۔ پھر بھی کھانا بچ

رہتا یا برابر ہو جاتا تھا۔

10۔ میاں غلام اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ایک وقت ایسا تھا کہ دنیا مجھے تھالی کی طرح معلوم ہوتی تھی۔ ایک بار یہ بھی فرمایا: مَیں شاہی مسجد لاہور میں گیا۔ وہاں ایسا معلوم ہُوا کہ خانہ کعبہ میرے پاس آگیا ہے اور مَیں نے اس کا طواف کیا ہے۔

11۔ اس نوع کے بہت سے واقعات حاجی صاحب بیان کرتے ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو خانہ کعبہ کا حج کرتے ہُوئے دیکھا ہے۔ (آپ نے ظاہراً حج نہیں کیا)

12۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بعض اوقات صاحب سلوک اور اہل باطن آتے تو حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور وہ ایک دوسرے کی طرف دو زانو ہو کر مراقبہ کی صورت میں بیٹھ جاتے۔ اسی خاموشی کے عالم میں ہی سارے مطالب حل ہو جاتے اور وہ رخصت ہو جاتے۔ بعض لوگوں کی صرف پنڈلی یا زانو دبانے ہی سے مطلب براری ہو جاتی۔

13۔ ہندوستان کے اکثر اولیاء اللہ قدس سرہم کے مزارات پر آپ تشریف لے جاتے اور عالم مراقبہ میں اُن کے ارواح پُرفتوح سے آپ کی ملاقات ہوتی اور وہ ارواح آپ پر توجہ فرماتے۔

تاریخ وفات زبدۃ العارفین حضرت میاں شیر محمد صاحب قدس سرہٗ نور اللہ مرقدہٗ
(از جناب مولوی محمد الدین صاحب ثاقب سیالکوٹی ماسٹر ہائی سکول شرقپور)

محرم راز و آشنا نہ رہا — اب تو جینے کا بھی مزا نہ رہا
حسن دلکش فروغ پاتا تھا — جس کے دم سے وہ دلربا نہ رہا
نور حق کی نمود تھی جس سے — مظہر ذات کبریا نہ رہا
سیدھا رستہ دکھائے گا اب کون — جب چراغ راہ ھدیٰ نہ رہا
کیوں نہ روئیں زمانہ روتا ہے — شیر دربار مصطفےٰ نہ رہا

کیوں نہ روئیں کہ روزِ محشر تک ان سے ملنے کا آسرا نہ رہا
کیوں نہ روئیں کہ دل تڑپتا ہے جس کی خاطر وہ مدعا نہ رہا
کیوں نہ روئیں کہ پاس اپنے جب کوئی غم خواہ جز بکا نہ رہا
کیوں نہ روئیں کہ رونا آتا ہے جب اثر تجھ میں اے دعا نہ رہا
کیوں نہ روئیں کہ بھولے بھٹکوں کا راہ سیدھی کا رہنما نہ رہا
کیوں نہ روئیں کہ شرقپور میں جب ایک تھا مرد با خدا نہ رہا
کیوں نہ روئیں کہ بیکسوں کا بھی کوئی والی بے ریا نہ رہا
کیوں نہ روئیں کہ جب زمانہ میں ایک تھا شمع سخا نہ رہا
کیوں نہ روئیں کہ یادِ احمد میں ذکرِ واللیل والضحٰے نہ رہا
کیوں نہ روئیں پھنسے ہیں طوفان میں اور کشتی کا ناخدا نہ رہا
کیوں نہ روئیں کہ بھاگ نکلی موت ہم کو جینے کا جب مزا نہ رہا
بین کم بھی کریں تو اے ثاقب مظہرِ شانِ کبریا نہ رہا

ایضاً

اپنا جلوہ دکھا دیا مجھ کو غیر سے بھی ہٹا دیا مجھ کو
کیوں نہ قربان جان تک کردوں راہ مولے خدا دیا مجھ کو
ڈوبا جاتا تھا بحرِ عصیاں میں اور غم تھا یہی سدا مجھ کو
شہر و دریا میں باغ و صحرا میں نہ ملا مرد با خدا مجھ کو
فضلِ ربی ہوا جو شاملِ حال تیرے در کا کیا گدا مجھ کو
جان تھی اک وبالِ فرقت میں خاک در تھی تو کیمیا مجھ کو
میرے ہادی نے میرے رہبر نے سیدھا رستہ دکھا دیا مجھ کو

کارِ دنیا کہ کام دیں کا ہو حق نے بخشا تھا رہنما مجھ کو
دل کیا میرا آشنائے درد دردِ دل کی دی پھر دوا مجھ کو
اس کی بخشش کو جانتا ہے دل غیر کیا جانے کیا دیا مجھ کو
رازِ اُلفت کو غیر کیا جانے بس سنا میں نے جو کہا مجھ کو
میرے جُرموں کا کچھ حساب نہیں یاد آتا ہے بس خدا مجھ کو
روزِ محشر پہ وعدہ وصل کا ہے غم نے کھو یا رہا سہا مجھ کو
کیوں نہ دامانِ صبر چاک کروں درد پہنچا ہے بے دوا مجھ کو
زندگی اب گراں ہے ثاقب پر ساتھ لے جاؤ اے پیا مجھ کو
بہرِ تاریخ فخرِ جنت دے بس یہ ہاتف نے دی ندا مجھ کو

از علامہ حکیم سید علی احمد نیّر واسطی پروفیسر طبیہ کلاسز لاہور

لوگ کہتے ہیں ہوا شیر محمد کا وصال اُٹھ گئے گویا ابوذر ہو گئے رخصت بلال
اب یہ شکلیں پھر نہ دکھلائیگی دنیا دیکھ لو مصطفےٰ کے عاشقوں کی شکل زیبا دیکھ لو
ملتِ مرحوم کے ماتم میں اب روئیگا کون دامنوں سے داغہائے معصیت دھوئیگا کون
اے زمینِ شرقپورا شیرِ الٰہی کی کچھار دفن ہوتا ہے تیری مٹی میں شیرِ کردگار

ہے دُعا نیّر کی برسے تجھ پہ بدلی نُور کی
ہو ہمیشہ تجھ پہ نُور افشاں تجلی نُور کی

مجھے اپنے عجز و ہیچ میرزی کا پورا پورا احساس ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ یہ کام میری ہمت سے بہت بلند ہے لیکن اس محبت اور عقیدت نے جو مجھے حضرت میاں صاحب کی ذات سے تھی جراٗت دلائی۔ ناظرین سے استدعا ہے کہ وہ میرے قصورِ فہم اور کمی علم کی لغزشوں سے مطلع کر کے اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر کے طالب ہوں۔

۲۵/دسمبر ۱۹۲۸ء حسن علی بی۔اے (جامعی)
شرق پور۔ محلہ ملک الیاس

التماس

معزز ناظرین! ہمارا ارادہ ہو کہ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت میاں شیر محمد صاحب قدس سرہٗ کی یادگار میں ایک ماہوار رسالہ "پیغام رسول" کے نام سے جاری کریں جس کے مقاصد یہ ہوں:۔

(۱) قرآن وسنت یعنی پیغام الٰہی اور پیغام رسول ﷺ کی نشر و اشاعت۔

(۲) مصلحین امت محمدیہ ﷺ اور علماء و صلحا کی سیرتوں کا پیش کرنا۔

(۳) دورِ حاضرہ کی بہترین علمی اور حیرت انگیز معلومات کا ذخیرہ فراہم کرنا اسکی تعلیم حقیقی شریعت طریقت کے مطابق ہوگی۔ اسکے مضامین صحیح جذبات انسانی کے متعلق ہوں گے اور اس کا لٹریچر نہایت سلیس اور پر از متانت ہوگا لیکن اس کام کا شروع کرنا آپ لوگوں کی خواہش سرپرستی اور معاونت پر مبنی ہے۔

خط و کتابت بنام مولوی محمد عاشق امام مسجد جامع شرقپور ضلع شیخوپورہ (پنجاب)

فِیْ قَصَصِہِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ

تجلّیاتِ شیرِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

(حصہ دوم)

بحوالہ حیاتِ جاوید

یعنی

اعلیٰ حضرت شیرِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و تعلیمات پر ہونے والی تحریری کاوشوں کا مجموعہ

کاوش: ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری

نظرِ ثانی: ابوالبقاء قدر آفاقی

فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ

حیاتِ جاوید

سوانح حیات حضرت میاں شیر محمد شرقپوری

قدس سرّہٗ العزیز

مؤلفہ

ملک حسن علی صاحب بی اے (جامعی) شرقپوری

سابق مدیر جریدہ صوفی و مؤلف ذِکرِ محبوب، مشاہدات التوحید،

تعلیماتِ مجددیہ وغیرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

دِیباچہ

حکایت از قدآں یارِ دل نواز کنیم

بایں فسانہ مگر عمرِ خود دراز کنیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَ فِیْ دِیْنِهٖ مَنِ اجْتَبَا ط وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ رُسُوْلِهٖ وَجَمِیْعِ اَنْبِیَا وَعَلٰی عِبَادِهِ الصُّلَحَا ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ہ

مذاہب عالم کا اس پر اتفاق ہے کہ اس ظاہری اور مادی عالم کے علاوہ ایک اور عالم بھی ہے۔ حکمائے اسلام نے اس عالم کا نام عالمِ مثال، عالمِ برزخ یا عالمِ ارواح رکھا ہے۔ عالمِ کائنات کی ہر شے اپنے ظاہری مظاہر اور صور کے علاوہ اپنے اندر باطن بھی رکھتی ہے۔ جس طرح اس عالَمِ ظاہری کے نظام کو قائم رکھنے کے لیے خداوند عالم نے رنگا رنگ اور طرح طرح کے عجائبات بنائے اور پھر انہیں قوانینِ قدرت کے ماتحت کر دیا۔ اس سے کہیں بڑھ کر عالمِ مثال یعنی عالمِ روحانیت کے نظام اور سلسلہ کو قائم رکھنے کا انتظام کیا ہے۔ ہوائیں آتی ہیں۔ موسم بدلتے ہیں۔ درخت اپنے موسم پر پھل لاتے ہیں۔ نظامِ شمسی و قمری قائم ہے۔ مادی حکومتیں لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْم کا ڈنکا بجا رہی ہیں۔ ٹھیک جس طرح اس عالمِ ظاہر کا ایک آفتاب جہان تاب ہے۔ عالمِ روحانی کا بھی ہے اور اس آفتاب کے غروب ہونے پر جس طرح چاند اور سیارے دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کا کام سر انجام دیتے ہیں۔ عالمِ روحانی کے بھی ثوابت و سیارے ہیں جو شمسی قوت کی معیت

میں جہان کی رہنمائی کا کام کرتے ہیں۔ جب عالمِ ظاہری کے حقائق و کیفیات معلوم کرنے کے لیے قسم قسم کے علوم وفنون سے فیضیاب ہونا اور طرح طرح کی تکلیفوں اور مشقتوں کا برداشت کرنا لوازمات سے ہے تو کیسے ہوسکتا ہے کہ عالمِ روحانی کے مشاہدات اور جمالِ خداوندی کا دیدار محنت اور کاوش کے بغیر ہی میسر آجائے۔ مشتاقانِ جمالِ الٰہی، شاہدِ مقصود سے ہمکنار ہونے کے لیے کٹھن سے کٹھن منازل کو طے کرتے ہیں۔ سنگلاخ چٹانوں کی راہ نوردی میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ ہیبت ناک اور مرعوب کُن آزمائشوں اور امتحانوں میں جان جوکھوں میں ڈالتے ہیں۔

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَدُوْنَهَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ حُيُوْفُ

لیکن اس وادیٔ پُرخار کی راہروی ہر کس وناکس کا کام نہیں۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند
میلِ او اندر دلش انداختند

نظامِ شمسی کی طرح نظامِ انسانی کا بھی مرکز ومحور ہے۔ ہر عہد و دور میں چند برگزیدہ ہستیاں ہوتی ہیں جن کا وجود ستاروں کے مرکزِ شمسی کی طرح تمام انسانوں کا مرکزِ محبت وکعبۂ انجذاب ہوتا ہے اور جس طرح نظامِ شمسی کا ہر متحرک ستارہ صرف اسی لیے ہوتا ہے کہ کعبۂ شمس کا طواف کرے۔ اسی طرح آبادیوں کے ہجوم اور انسانوں کے گروہ صرف اس لیے ہوتے ہیں کہ اس مرکزِ انسانیت اور کعبۂ ہدایت کا طواف کریں۔ گو ظاہری اور مادی حکومت اُن کے ہاتھ میں نہیں ہوتی لیکن مخلوق کے دلوں کے وہی حاکم ہوتے ہیں۔ اُن کی حکومت ظاہری حکومت سے زیادہ دیرپا اور اُن کے محکوم زیادہ وفادار ہوتے ہیں۔ نہ انہیں اپنے شہرستانِ صدق وصفا کے تاج وتخت کے چھن جانے کا خطرہ۔ نہ اقلیمِ عشقِ الٰہی کی سروری وشاہی پر کسی دشمن کے تاخت ویلغار کا خوف۔ سلاطینِ زمن اور اربابِ حکومت

ان کے سامنے پرِ پشہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

مبیں حقیر گدایانِ عشق را کیں قوم
شہانِ بے کمر و خسروانِ بے کلہ اند

قرونِ اُولیٰ ووسطیٰ میں اس قسم کے خاصانِ خدا اور اہلِ اللہ بکثرت موجود تھے لیکن آہ اب وہ نفوسِ قدسیہ اور ارواحِ طیبہ ہماری ظاہر بیں نظروں سے پوشیدہ ہیں اور محوِ خوابِ استراحت موجودہ زمانہ قحط الرجال کا زمانہ ہے۔ ایک مجموعۂ صفات بزرگ کی رحلت کے بعد کوئی اس جیسا جانشین نظر نہیں آتا۔

اس وقت دنیا میں کفر والحاد کا دَور دَورہ ہے۔ شیطنت اور ابلیسیت کی حکومت ہے۔ مادہ پرستی نے روحانیت سے کنارہ کشی کرلی ہے۔ ہر قسم کے علمی وعملی مفاسد اپنے کمالِ بلوغ کو پہنچ گئے ہیں۔ صحیح علمی درسگاہیں لُوٹ گئی ہیں۔ قرآنِ حکیم کی تعلیمات کے حقیقی معارف تھے اور جن مقاصدِ عظمیٰ کے لیے اس کا نزول ہوا تھا وہ بھلا دیے گئے ہیں۔ باہمی تعصب وتفرقہ کی آگ یہاں تک بھڑکنی شروع ہوگئی ہے کہ جن چھوٹے چھوٹے اختلافات کو پہلے عوام نے بھی جگہ نہ دی تھی۔ اب خواص وفقہاء انہی کو معیارِ اسلام قرار دے کر ایک دوسرے کی تضلیل وتکفیر کے درپے ہوگئے ہیں۔ بدعات ورسوم کا فتنہ اپنی پوری قوت واحاطہ تک پہنچ گیا ہے۔ صحیح تصوف وسلوک کے جوہرِ پاک کا جہل، فسق کی کثافتوں سے ممتزج ہوگیا ہے۔

اس قسم کے زمانہ کی ہدایت کے لیے اگر کوئی چیز مشعلِ راہ ہوسکتی ہے تو وہ قرآن وحدیث ہے اور قرآن وحدیث کے بعد اربابِ دل سب سے زیادہ جس چیز سے محظوظ ومتکیف ہوتے ہیں وہ خدا کے نیک بندوں کا تذکرہ ہے۔ جس سے دل کشا فضاؤں کی لطیف ہوائیں دماغ کو تروتازہ کرتی ہیں۔ جس طرح مرغزاروں اور گلزاروں کی عطر بیز نکہتیں قوتِ شامہ کو سرمست ووارفتہ بناتی ہیں۔ جس طرح اربابِ عمل کی داستان

سُن کر دست و بازو میں جُنبش ہونے لگتی ہے اور جس طرح بہادروں کے کارنامے پڑھ کر رگوں میں خُون کھولنے لگتا ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ کے حالات پڑھنے اور سننے سے انسان کی روحانی دنیا میں انقلاب وتلاطم برپا ہو جاتا ہے۔ جب اُن کے زُہد و ورع اور طہارت و تقویٰ کا حال معلوم کرتے ہیں تو اُن کی صداقت ہماری روح پر اثر ڈالتی ہے۔ دنیا کی لذتیں ہم کو بے ثبات اور راحتیں رُو بفنا نظر آتی ہیں اور ایمان کا نُور مشتعل ہونے لگتا ہے۔

وہ عنایتِ الٰہی جس نے حفظِ دینِ محمدی کا بیڑہ اٹھایا ہے، بموجب ارشادِ نبوی علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، امتِ مرحومہ کی اصلاح اور ہدایتِ خلق اللہ کے لئے وقتاً فوقتاً ''مصلحین اُمت'' پیدا کرتی رہتی ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ہدایات خلقت تک پہنچا کر، اس کی حجت کو خلقت پر قائم کر دیں۔ گو نبوت ہمارے حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو چکی ہے۔ لیکن مطابق اس فرمان آنحضرت ﷺ کے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل سلسلہ ہدایت حسب قاعدۂ قدیم بذریعہ نائبانِ ختم المرسلین ﷺ قیامت تک جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور عنایتوں نے اس زمانہ میں ہماری اصلاح و دعوت اور رہنمائی و ہدایت کی خلعت سند الکاملین، امام العارفین قدوۃ الاولیاء حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری قدس سرہٗ کو پہنائی اور احیائے سنت و دعوت و تذکیر کا منصب خاص آپ کے سپرد کیا۔ اس ملک میں، اس نیلگوں آسمان کے نیچے آپ کا نظیر نہ کسی نے دیکھا اور نہ ڈھونڈنے سے ملے گا۔ بالخصوص آپ جیسے بزرگ کو اس بستی کی گود میں پرورش پانا آج تک نصیب نہ ہوا۔ آپ کے سلطانِ سلطنت طریقت اور سالکِ مسلکِ شریعت ہونے کا اعتراف صرف آپ کے حلقہ بگوشان اور مریدین و متوسلین ہی کو نہیں، بلکہ علمائے ظاہر جنہوں نے ایک دفعہ بھی آپ کو دیکھا اور آپ کی صحبت و مجلس میں بیٹھے، بیساختہ پکار اٹھے کہ آپ کی مثیل اس زمانہ میں موجود نہیں۔ آپ نے اظہار حق اور فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی میں جس طرح ثابت قدمی دکھائی، اس کی نظیر آپ ہی ہیں۔ بڑے

سے دنیادار لوگ، حکومتِ وقت کے عمال، آپ کی مجلس میں بال مگس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے۔ آپ ساری زندگی میں کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوئے۔ آپ نے اپنے فضل و کمال سے نہ صرف اپنے خاندان کے گزشتہ ممبروں کو پنجاب اور ہندوستان میں روشناس کرایا، بلکہ اپنے خاندان کے مستقبل کے لئے ایسا بیج بویا جس کی کونپلیں انشاء اللہ اس قدر پھلیں پھولیں گی کہ آسمان کی چوٹی سے باتیں کرنے لگ جائیں گی۔ آپ ایک ایسے مشہور خاندانِ علم وفضیلت سے تعلق رکھتے ہیں جو خاص فضائل کے لحاظ سے اس خطہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقدس خاندان کے سارے کمالات اس مقدس ہستی میں جمع کر دیے اور صرف یہیں تک بس نہیں کی بلکہ اپنی طرف سے اس قدر اور اضافہ کیا جس کا احصار ناممکن ہے۔

قیس سا پھر نہ اٹھا کوئی بنی عامر میں
فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

معزز ناظرین! میں اس وقت جو کچھ کہہ رہا ہوں، بصرف فرطِ عقیدت سے نہیں بلکہ میں میزان تواریخ اور محدثین کے قائم کردہ اصولِ روایت کے مطابق آپ کی مبارک زندگی کے واقعات وحالات آپ کے پیش کرتا ہوں جن کے مطالعہ کے بعد آپ کو واقعی میرے الفاظ پُر از صداقت معلوم ہوں گے۔ آپ کے حالات و واقعات اس گئے گزرے زمانہ میں ہماری ڈگمگاتی ہوئی کشتی کے لئے پشتیبان اور ناخدا ہیں۔ اس گئے گزرے زمانہ میں جب کہ احکامِ شرع کے اجراء اور قیام کا کوئی ذمہ دار نہیں رہا تھا۔ علمائے حقانی بہت کم تھے اور علمائے دنیا ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔ دنیا طلبی اور مکر و زور کی گرم بازاری تھی۔ جاہل صوفیاء کی بدعات ومنکرات نے ایک عالم کو گمراہ کر رکھا تھا۔ آپ نے کس طرح مردانہ وار احیائے شریعت اور قیام امر بالمعروف کا غلغلہ بلند کیا اور احکامِ شریعت کے قیام کی راہ میں اپنی جان تک لڑا دی۔ عشق کی صداقت اور قلب کی طہارت نے آپ کی

دعوت وتذکیر میں ایسی تاثیر بخشی کہ تھوڑے عرصہ میں ہزاروں آدمی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے۔ آپ کا طور وطریق کچھ عجیب عاشقانہ ووالہانہ تھا اور ایسا تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خصائص ایمانی کی یاد تازہ کرتا تھا۔

اس سے پیشتر اس سیاہ کار اور ذرّہ بے مقدار نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ایک مختصر سی تالیف ''ذکر محبوب'' کے نام سے شائع کی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین ومتوسلین نے میری اس ناچیز تالیف کی کس حد تک قدر افزائی کی اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ کتاب شائع ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ بک گئی اور ایک ہزار میں سے صرف دو چار کاپیاں اپنی ذاتی ضرورت کے لیے باقی رہ گئی ہیں۔ اچھے اچھے قابل اور علم دوست احباب نے میری تالیف کو پسند کر کے نہایت اعلیٰ ریمارک دیے۔

احباب کی حوصلہ افزائی ''ذکرِ محبوب'' کی مقبولیت، حضرت خواجہ مظہر قیوم مدظلہٗ العالی، سجادہ نشین مکان شریف کے ایمائے خاص اور حضرت میاں غلام اللہ صاحب دام سلمہٗ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ نے مجھے آمادہ کیا ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی زندگی پر مزید روشنی ڈالوں اور تمام وہ باتیں جو وقت کی قلت کی وجہ سے ''ذکرِ محبوب'' میں اجمال سے لکھنی پڑی تھیں اُن کی تفصیل کر دوں اور جو فروگذاشتیں بعض واقعات کی صحت کے متعلق رہ گئی تھیں اُن کی بھی اصلاح کر دوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے میرے مقصد پر کامیاب کرے اور توفیق دے کہ اس کام کو نباہ سکوں۔

ملک حسن علی بی۔ اے (جامعی)
شرقپور شریف، ضلع شیخوپورہ

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کے اجدادِ عظّام کا ذِکر

آپ کے واجبُ الاحترام اجداد کے متعلق جس قدر استناد ووثوق اور حالات کی تحقیق سے معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے اجدادِ عظّام کا اصل وطن افغانستان تھا۔ جب اسلامی فتوحات نے معراجِ ترقی پر قدم رکھا تو افغانستان کے بہت سے شریف گھرانے پنجاب وہندوستان میں آبسے۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد پہلے دیپالپور میں مقیم ہوئے۔ پھر زمانہ کے انقلاب نے اس خاندان کے چند بزرگوں کو شہر قصور میں پناہ لینے پر مجبور کیا۔ چونکہ سر برآوردہ علم وعمل تھے۔ اس لیے شہر قصور کے رؤسا اور پٹھانوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے اپنا حلقہ بگوش بنالیا۔ وہ سب کے سب آپ کے اجداد کو مخدوم کہہ کر پکارتے تھے۔ علومِ دینیہ کی درس وتدریس اُن کا بہترین مشغلہ تھا۔ قلمی قرآن مجید لکھا کرتے تھے۔ حفظِ قرآن کی نعمت اس خاندان میں وراثۃً چلی آتی تھی۔ دُور دراز سے لوگ آکر اُن کی صحبت سے فیضیاب ہوتے تھے۔

ان بزرگوں میں سے سوائے دو اصحاب کے باقی واپس دیپال پور تشریف لے گئے۔ دونوں میں سے ایک تو کوٹ پکہ قلعہ قصور میں اور دوسرے کوٹ پیراں قصور میں مقیم ہوگئے۔ کوٹ پکہ قلعہ والے صاحب کی تیسری پشت میں سے ایک صاحب مسمّی حافظ صالح محمد ہوئے۔ میں اس مقام پر ناظرین کے لیے آپ کے خاندان کے معزز حضرات کا شجرہ نسب لکھتا ہوں۔

شجرہ نویں صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

شجرۂ خاندان

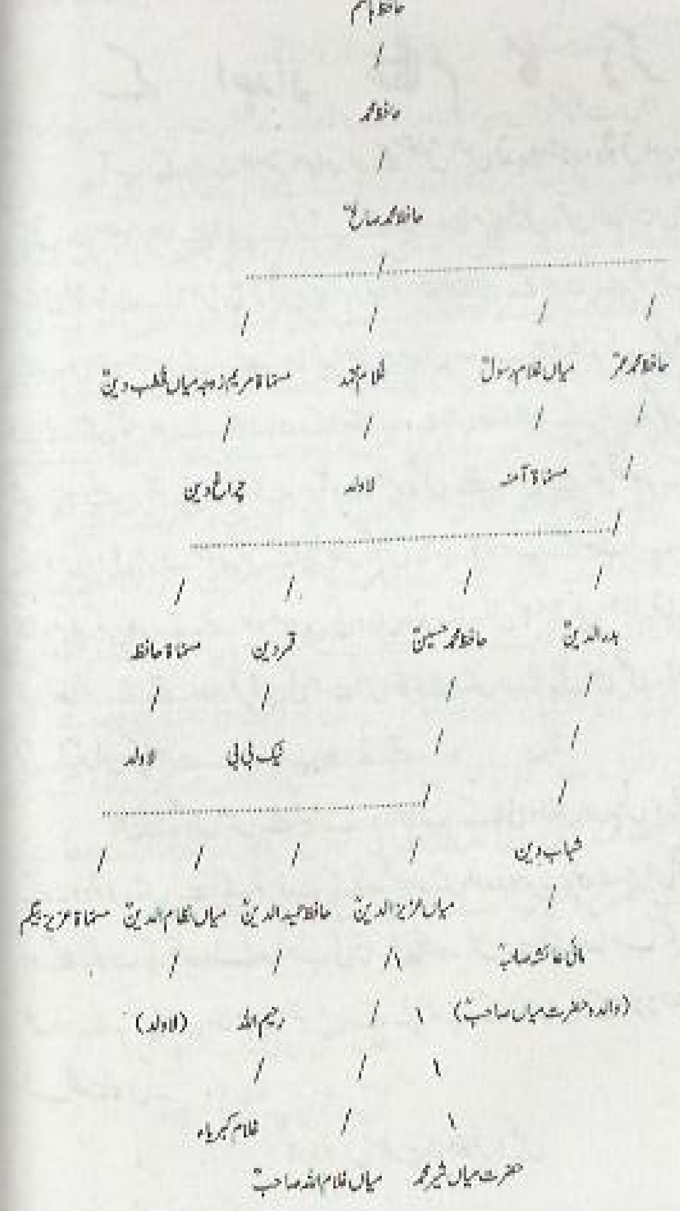

حافظ محمد صالح صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جدِّ اعلیٰ قرآن مجید کی کتابت کیا کرتے تھے اور اس فن میں یکتائے روزگار تھے۔ حافظ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے باپ کے جدِّ بزرگوار ہیں جو علاوہ فن خوشنویسی کے فنِ طبابت میں بھی مہارت رکھتے تھے۔

حضرت مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ ایک نہایت ہی بزرگ اور فقیر طبیعت حافظ، عالم و عابد شخص تھے۔ آپ کے انتہا سے زیادہ بڑھے ہوئے زہد و عبادت کا چرچا گھر گھر پھیلا ہوا تھا اور ضمیری و روحانی جوہروں اور ریاضت و مجاہدات کے کرشموں کے ڈنکے ایک عالم میں بج گئے تھے۔ شہر قصور میں آپ کا مکان کوٹ حاجی رانجھے خاں متصل مسجد حاجی رانجھے خاں تھا۔ شہر قصور کو اُس وقت جو عروج اور ترقی حاصل تھی وہ شاید آج بھی اُسے نصیب نہ ہو۔ یہاں کے باشندے نہایت خوشحال اور دولت مند تھے۔ ہر قسم کے باکمال اور اہلِ ہنر کا وجود پایا جاتا تھا۔ شہر تجارت اور فلاحت کا بھی مرکز تھا لیکن بدقسمتی سے نواب نظام الدین خاں حاکم قصور سے ۱۸۵۹ء میں رنجیت سنگھ کا بگاڑ ہوگیا۔ رنجیت سنگھ نے شہر قصور پر یورش کردی اور شہر قصور کو ویران کردیا۔ اس کے دو تین سال بعد نواب قطب الدین خاں حاکم قصور کے عہد میں رنجیت سنگھ نے دوبارہ فوج کشی کی۔ رنجیت سنگھ کا ارادہ در حقیقت ریاست کو چھیننے کا تھا۔ اگرچہ پٹھانوں نے یکدل و جان ہو کر اپنی قیام گاہ، عزت و آبرو کے واسطے اس بار سخت جنگ کی لیکن دو ماہ کے محاصرہ کے بعد جس قدر غلہ شہر میں تھا، لشکر اور رعیت نے کھالیا اور لوگوں نے مویشی اور سواری کے گھوڑے مار کھائے۔ جب شہر کی خلقت تنگ آئی تو جس طرح ہو سکا۔ لوگ شہر سے نکل کر بھاگ گئے۔ حضرت میاں غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی ایام میں تن تنہا نکل کر حجرہ شاہ محمد مقیم چلے گئے۔ حجرہ شاہ محمد مقیم جس وقت پہنچے تو وہاں مسجد میں دو صاحبزادے تختیوں پر مشق کر رہے تھے۔ حضرت میاں غلام

رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے خوشنویس اور نامی گرامی کاتب تھے۔ انہوں نے صاحبزادوں سے تختی لے کر دو حروف اپنے قلم سے ڈال دیے۔ صاحبزادوں نے وہ حروف اپنے والد حضرت قطب علی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ حجرہ شاہ محمد مقیم کو جا کر دکھائے۔ چنانچہ اس طرح حضرت قطب علی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین کو حضرت میاں غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کا علم ہو گیا۔ انہوں نے حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی عزت و تکریم کی۔

رنجیت سنگھ نے قصور کے بعد اطراف و جوانب کے علاقوں کو بھی غارت کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ صاحب سنگھ بیدی جو گورو نانک کی اولاد سے تھا نے حجرہ شاہ محمد مقیم پر یورش کر دی۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے نکلے اور شرقپور آ کر پناہ لی۔ مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حجرہ شاہ محمد مقیم سے شرقپور کے زرگروں کے بزرگ پیر بخش، نادر بخش، خدا بخش وغیرہ بھی شرقپور آ گئے۔ یہاں کے لوگوں نے آپ سے اس قدر ہمدردی و غمخواری کی کہ آپ یہیں مقیم ہو گئے۔ جس جگہ اب مسجد میاں صاحب واقع ہے۔ اس جگہ اس زمانے میں شہر کا کوڑا کرکٹ ہوتا تھا۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ شرقپور کے زمینداروں کی مدد سے جگہ کو پاک صاف کر کے مسجد کی بنا رکھ دی اور اس جگہ کو اپنے درس و تدریس اور افتاء کا مرکز بنا لیا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دامن میں حق و صداقت کا تخم رکھتے ہیں۔ وہ جس سرزمین پر جا نکلتے ہیں۔ وہیں اپنی فصل خود تیار کر لیتے ہیں۔

حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اولاد نرینہ نہ تھی۔ صرف ایک ہی صاحبزادی تھی۔ جن کا نام بی بی آمنہ تھا۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت میاں محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیا۔ حضرت میاں محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب دو تین واسطوں سے حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ بوجہ نہ ہونے اولاد نرینہ کے حضرت میاں غلام

رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کو یہیں شرقپور منگوا لیا۔

شرقپور کے بڑے بڑے آدمی مثلاً راقم الحروف کے دادا ملک الیاس رحمۃ اللہ علیہ، حکیم شیر علی، حافظ احمد یار وغیرہ سب حضرت میاں غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ شاگردی میں آ گئے۔ آپ کی برکت سے شرقپور کے گھر گھر علم و ہدایت کا چرچا ہو گیا۔ آخر بروز سہ شنبہ ۲۴ شہر رجب ۱۲۸۰ھ ۵ جنوری ۱۸۶۴ء بمطابق ۲۳ پوہ ۱۹۲۰ بکرمی آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی تاریخ وفات لفظ غفر سے ۱۲۸۰ نکلتی ہے۔ آپ کے بعد آپ کی جگہ حافظ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلق خدا کی خدمت کرتے رہے۔ حافظ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قصور میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ حافظ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تین بیٹے تھے۔ سب سے چھوٹے میاں نظام الدین تو لاولد ہی فوت ہو گئے تھے اور سب سے بڑے بیٹے حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد تھے۔ بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند، خوف خدا، شب بیدار۔ غرضیکہ ہمہ صفت موصوف۔ محکمہ ویکسی نیشن میں ملازمت اختیار کر لی۔ مدت دراز تک ملازم رہے۔ آخر دوران ملازمت بمقام قصبہ بھوانی ضلع حصار میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کو وفات پائے قریباً تیس سال گزر چکے ہیں۔ آپ کے ایک خادم جو آپ کے ہمراہ کچھ مدت رہے ہیں۔ اس وقت شرقپور میں موجود ہیں اور وہ رو رو کر آپ کے حالات بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے نوکروں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اپنے کپڑے بھی دھوتے تھے اور اپنے نوکروں کو بھی دھو کر دیتے تھے۔ رشوت کی ایک کوڑی تک کسی سے ساری عمر نہیں لی۔

حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے بھائی حضرت میاں حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ عالم اور قرآن کے حافظ تھے۔ حضرت میاں محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مسجد کا انتظام آپ ہی کے سپرد رہا۔ اس وقت شرقپور میں بہت حفاظ آپ کے شاگرد موجود ہیں۔ آپ بہت سے کمالات اور خوبیوں کے جامع تھے۔ ۹۔ جمادی الثانی ۱۳۳۳ھ بمطابق ۲۴۔ اپریل ۱۹۱۵ء بروز ہفتہ وفات پائی۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اور طفولیت

مبشرات قبل از ولادت:

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعہ کشف معلوم ہوا کہ شرقپور شریف میں ایک اولیاء اللہ پیدا ہوگا۔ اسی کشف کی بنا پر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سالانہ آمدورفت شروع کردی تا کہ اپنے سلسلہ نقشبندیہ کی کمند اس مرغ لاہوتی پر ڈالیں۔ اکثر اولیاء اللہ کی ولادت سے قبل مبشرات کا ہونا اس کثرت سے ثقہ اور معتبر روایات سے ثابت ہے کہ ایک سلیم الفطرت آدمی کے لئے سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نہیں۔ بزرگان دین اور اولیاء اللہ کی ولادت سے قبل مبشرات کا ظہور، کوئی ایسا امر نہیں جس سے انکار ہو سکے۔ مثلاً حضرت جناب پیرانِ پیر صاحب قدس سرہٗ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش سے قبل ایک فقیر صاحب شرقپور تشریف لائے تھے اور اکثر آپ کے محلہ میں پھرتے اور لمبے لمبے سانس لیتے جیسے کوئی خوشبو لے رہا ہے۔ دریافت کرنے پر فقیر صاحب نے جواب دیا کہ اس کوچہ میں خُدا کے ایک مقبول بندے کی رُوح آنے والی ہے۔ مَیں اُس کی تاک میں ہوں۔ الغرض اس قسم کی اور بہت سی روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مادرزاد ولی تھے۔

ولادت باسعادت:

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ باوجود کوشش کے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح تاریخ دستیاب نہیں ہوسکی۔ صرف اس قدر معلوم ہوا کہ آپ کی ولادت ۱۸۶۳ء بمطابق ۱۲۷۹ ہجری میں ہوئی۔ دیگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا سن ولادت بالکل صحیح ہے۔ آپ اپنے انتقال سے چند ماہ پیشتر فرمایا کرتے تھے کہ "نبی ﷺ کی

عمر ۶۳ سال کی تھی اور میری عمر نبی ﷺ کی عمر سے دو سال زیادہ ہوگئی ہے"۔

لہٰذا آپ کی عمر رحلت کے وقت بلاریب پینسٹھ سال کی تھی۔ اس لیے حساب لگانے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۶۳ء بمطابق ۱۲۷۹ ہجری آپ کی ولادت کا سال ہے۔ والدہ ماجدہ کا نام مائی عائشہ رحمۃ اللہ علیہا تھا جو میاں بدرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصوری کی عصمت مآب اور محترمہ صاحبزادی تھیں۔ ولادت کے ساتویں روز آپ کا اسم گرامی شیر محمد رکھا گیا۔

میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بچپن کا زمانہ کچھ ایسا حیرت افزاء اور نرالا تھا جس کی نظیر دُنیا کے بچوں میں پائی جانے کی ہرگز اُمید نہیں۔ آپ کی بھولی بھالی صورت میں فطرت نے وہ مجنونانہ ادائیں کوٹ کوٹ کر بھر دی تھیں جنہوں نے آپ کے والد حضرت میاں عزیز الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہی نہیں بلکہ آپ کے والد کے نانا حضرت میاں غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ جیسے مستغنی مزاج کو آپ کا فریفتہ و شیدا بنا دیا۔ حضرت میاں غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ اس بلند اقبال اور ہونہار بچے سے بیحد محبت رکھتے تھے۔ جُوں جُوں آپ بڑے ہوتے گئے، سارے گھرانے کی توجہ آپ کی طرف ہوتی گئی۔ مولوی غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اُس وقت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو جن کی عمر تقریباً ایک برس کی تھی، اپنے سینہ سے لگا کر روحانی فیضان سے مالا مال کردیا۔ مسکینی، غریبی، کم گوئی، تفکر، آہستگی سے بات کرنا۔ غرضیکہ بہت سی خصلتیں جو بچوں میں کم دیکھی جاتی ہیں، آپ میں موجود تھیں۔ بچپن سے اپنے نفس امارہ کو احکامِ خداوندی کا پورا پورا مطیع بنا دیا۔ تقویٰ و پرہیزگاری، اطاعتِ الٰہی، خلق، بے مثل تواضع، نیک نیتی، وفا شعاری، خدا ترسی۔ غرضیکہ یہ باتیں بوجہ احسن آپ میں پیدا ہوگئی تھیں۔ حیا اور شرم کی یہ حد تھی کہ آپ جب کوچہ میں گزرتے تو سر پر چادر اوڑھ لیتے۔ مبادا کسی غیر محرم کی طرف نظر جا پڑے۔ محلہ کی

عورتیں کہا کرتی تھیں کہ یہ ہمارے محلہ میں لڑکی پیدا ہوگئی ہے جو چہرہ پر نقاب لے کر چلتی ہے۔ آپ کی پیشانی اس وقت سے ہی اس جاہ وجلال کا صاف پتہ دے رہی تھی جو آئندہ زمانہ میں آپ کو نصیب ہونے والا تھا''۔

بالائے سرش ز ہو شمندی
ے تافت ستارۂ بلندی

تعلیم وتربیت:

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بعد ختم قرآن مجید، مڈل سکول شرقپور میں بٹھایا گیا۔ مدرسہ کی تعلیم میں آپ کی طبیعت بالکل نہ لگتی تھی۔ اپنے والد حضرت میاں عزیزالدین رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر صرف پانچویں جماعت تک ہی تعلیم پائی۔ مدرسہ سے جب چھٹی ملتی تو دوسرے بچے کھیل کود میں مشغول ہو جاتے۔ آپ مسجد میں گوشہ تنہائی اختیار کرتے اور اللہ کا ذکر کرتے۔ جب مدرسہ کی تعلیم چھوڑ دی تو حضرت میاں عزیزالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تعلیم وتربیت اپنے چھوٹے بھائی حضرت حافظ حمیدالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کی۔ حضرت میاں حمیدالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی کی چند کتب آپ کو پڑھائیں۔ کچھ دنوں حکیم شیر علی صاحب مرحوم سے بھی پڑھتے رہے۔ بس یہی آپ کا منتہائے تعلیم ظاہری ہے۔ تعلیم کی نسبت آپ کو خوشنویسی سے زیادہ لگاؤ رہا ہے۔ مدرسہ میں بھی آپ کی خوش خطی مشہور تھی۔ مدرسہ چھوڑنے کے بعد آپ نے اس فن اور نقاشی میں اس قدر مشق کی کہ بڑے بڑے کاتب اور خوش نویس اور نقاش آپ کے قطعات، مکتوبات اور بیاضیں دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔ کئی قلمی قرآن مجیدوں کو جن کے اول اور آخری حصص بوسیدہ ہوگئے تھے۔ آپ نے اُن کو اپنے قلم سے مکمل کیا۔ اس عمر میں آپ کو گھوڑے کی سواری کا بھی بہت شوق تھا۔ خواہ کیسی ہی چالاک اور بدخو گھوڑی ہوتی آپ کے مطیع ہو جاتی۔

اگرچہ علمائے ظاہر ہمیشہ آپ پر کم علمی کا طعن رکھتے رہے لیکن وہ اس حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں کہ ان ظاہری اکتسابی علوم کے علاوہ ایک اور علم بھی ہے جسے اصطلاح قرآن مجید میں علم لدنی کہتے ہیں اور جس سینہ کو اللہ تعالیٰ علم لدنی سے نوازتے ہیں اُسے علمِ ظاہری کی منطقیانہ بھول بھلیوں سے پاک وصاف رکھتے ہیں۔ یہ وہ مدرسہ ہے جس کا معلم خود خالق ارض وسما ہوتا ہے۔ تمام اُولعزم انبیاء ورسل اور اکثر صدقاء، شہداء اسی مدرسہ وہبی سے ہی سے فیض پاکر دنیا میں آئے اور دنیا کی کایا کو پلٹ دیا۔ مدرسہ وہبی کے تعلیم یافتوں کا رنگ ڈھنگ بالکل سادہ ہوتا ہے۔ ان کی باتوں میں سیدھی سادھی مثالیں ہوتی ہیں لیکن ان مثالوں کا ایسا زبردست اثر ہوتا ہے کہ بڑے بڑے سخت دل آدمیوں کا روتے روتے کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔ اور ان بڑے فاسقوں کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ ان کے کلام کا ہر ایک لفظ ان کے دلوں کو چھید کر آر سے پار ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے عالموں کی گردنیں ان کے سامنے جھک جاتی ہیں اور علم کو ان کے علم کے مقابلہ میں مثل افسانہ کے سمجھتے ہیں۔ امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مصلحین امت کی ایک جماعت ایسی ہوئی ہے جو صرف اسی مکتب الٰہی کی تربیت یافتہ تھی۔ چونکہ اس وقت تفصیل کا مقام نہیں ورنہ اس موضوع پر کچھ اور روشنی ڈالتا۔ اس خاکسار (مؤلف) کی نظر میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علم بھی اسی قبیل سے تھا اور اسی فیضان الٰہی کا نتیجہ تھا کہ آپ فارسی اور اردو زبان کی کتابیں بلا روک ٹوک پڑھ لیتے تھے۔ البتہ عربی زبان میں چونکہ پوری قدرت حاصل نہ تھی۔ اس لیے عربی کتابوں کے تراجم منگوالیا کرتے تھے۔ آپ کے کتب خانہ میں عربی، فارسی اور اردو زبان میں ہزارہا کی تعداد میں کتابیں موجود ہیں۔ اس وقت تک ہندوستان میں قرآن حکیم کی تفسیر اور صاحب قرآن یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت وحیات طیبہ کے متعلق اردو زبان میں جتنی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ سب کی سب آپ کے کتب خانہ میں موجود ہیں اور ان

میں سے کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جسے آپ نے دو دفعہ مطالعہ نہ فرمایا ہو۔ اگرچہ آپ کے کتب خانہ میں تصوف وسلوک اور فقہ ومسائل کا بھی ایک کافی ذخیرہ ہے اور آپ کو ان سے بہت شغف رہا ہے لیکن آخر عمر میں آپ کی توجہ صرف قرآن اور سیرت طیبہ نبویہ کے مطالعہ کی طرف مبذول ہو گئی تھی۔ اور آپ اپنے جملہ تعلیم یافتہ احباب کو بھی یہی وصیت کرتے تھے کہ قرآن مجید پڑھو اور سیرت طیبہ کا مطالعہ کرو۔ یہ بات منجملہ آپ کے خصائص مقامات ولایت سے ہے اور حقیقت یہ کہ قرآن اور صاحب قرآن کی سیرت وحیات مقدس کے مطالعہ سے بڑھ کر نوع انسانی کے تمام امراض قلوب وعلل ارواح کا اور کوئی علاج نہیں اور یہی نسخہ شفا موجودہ زمانے کے شک وریب کے سارے دکھوں کا علاج ہے۔

اسلام کا دائمی معجزہ اور ہمیشگی کی حجۃ اللہ البالغہ قرآن کے بعد اگر کوئی چیز ہے تو صاحب قرآن کی سیرت ہے اور دراصل قرآن وحیات نبوت معناً ایک ہی ہیں۔ قرآن متن ہے اور سیرت اس کی شرح۔ قرآن علم ہے اور سیرت اس کا عمل۔ قرآن صفحات وقراطیس میں ہے اور محمد ﷺ ایک مجسم ومتشکل قرآن تھے۔ جو یثرب کی سرزمین پر چلتے پھرتے نظر آتے تھے اور یہی تفسیر ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول کی جسے "وکان خلقہ القرآن"۔ سے واضح تر کیا گیا ہے۔

مادو جانے آمدہ در یک بدن
من کیم؟ لیلیٰ ولیلیٰ کیست؟ من!

اگرچہ مذکورہ بالا باتیں بلاقصد زبان قلم پر آگئی ہیں اور نہ ہی ان کا موقع تھا لیکن زیادہ تر یہ خیال باعث ہوا کہ شاید بعض اصحاب کے لیے سودمند علم وعمل ہو۔

فتشبّھوا إن لم تکونوا مثلھم

إنّ التشبہ بالکرام کرام

بچپن سے سن رُشد تک کے عام حالات

آپ کی طبیعت نوافل وذکر واذکار کی طرف راغب تھی۔ ساری ساری رات یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ آبادی سے آپ ویرانوں قبرستانوں میں چلے جاتے۔ کئی کئی روز تک فاقہ کشی کر کے سنت نبویہ سے مشرف ہوتے تا آنکہ آپ پر عالم مثال کے اسرار وعجائب مکشوف ہونے شروع ہو گئے۔ آپ کے معاصرین جنہوں نے آپ کی اس حالت کو دیکھا ہے، ابھی بہت سے زندہ ہیں۔ آپ کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ ادنیٰ سی آواز پر بھی وجد طاری ہو جاتا۔ آپ کئی کئی گھنٹوں تک ہوش میں نہ آتے۔ کنوئیں کی چرخی آپ کو بے قابو کر دالتی۔ آپ کی نظر میں ایک بجلی کا اثر تھا۔ جس شخص کی طرف آپ توجہ سے دیکھتے اسے بے قابو کر دیتے۔ اس زمانہ میں شراب عشق الٰہی صہبائے خمیر آنجناب میں اس قدر غلیان تھی کہ بڑے بڑے مستقل مزاجوں کو آپ کی توجہ کے وقت آہ ونالہ اور گریہ وبکا امکان میں نہ رہتا۔

آپ کی مسجد میں ایک عرب آیا۔ اس نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو کہا "ھٰذَا مَجْنُوْنٌ" (یہ تو کوئی مجنون ہے) لیکن آپ مجنون نہ تھے۔ جنون تو عشق الٰہی کا تھا۔ آپ نے اس پر جو ایک ہی نظر کی تو اس پر وجد کی سخت حالت طاری ہو گئی"۔

آپ کے والد محکمہ ڈیکسی نیشن میں چالیس روپیہ مشاہرہ پر ملازم تھے۔ آپ کے ذاتی اخراجات کے لیے دس روپیہ ماہوار بھیجتے تھے لیکن آپ کی شاہ خرچی کا یہ حال تھا جو کچھ ہاتھ میں آتا درویشوں، مسافروں اور غرباء میں لٹا دیتے۔ اگر کوئی پگڑی مانگتا تو اپنی پگڑی اتار کر دے دیتے۔ اگر کرتا مانگتا تو کرتا اتار کر دے دیتے۔ کھانا کبھی اکیلے نہ کھاتے بلکہ چند احباب کو ساتھ ملا کر کھاتے۔ یہ رقم آپ کے لیے بالکل ناکافی ہوتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بازار میں آپ ہمیشہ مقروض رہتے۔ جب آپ کے والد صاحب چھٹیوں میں گھر آتے تو میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا سارا قرض اتار دیتے۔ حضرت میاں عزیز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے

صاحبزادہ کی یہ حالت ہرگز گوارہ نہ تھی۔ انہیں یہ شبہ ہو گیا کہ میرا بیٹا دیوانہ اور باؤلا ہو گیا ہے۔ آپ کے چچا حضرت حافظ حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کو باؤلا کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ کی والدہ مرحومہ مغفورہ بھی آپ کی اس روش کو ناپسند کرتی تھیں۔ کیونکہ آپ گھر میں جو چیز دیکھتے۔ خدا کی راہ میں لٹا دیتے۔ جود وسخاوت میں تو آپ کے مقابلے میں حاتم طائی کے قصے بھی افسانوں سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔ ایک بار والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ناراضگی کے باعث لاہور اس ارادہ سے تشریف لے گئے کہ خوشنویسوں میں کہیں ملازمت کر لیں۔ جب مسجد طلائی کے نیچے پہنچے تو ہاتفِ غیبی نے آواز دی **اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** بھول گیا۔ اسی جگہ سے آپ واپس آ گئے۔

آخر ایک روز حضرت میاں عزیز الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کو جبکہ آپ اپنے صاحبزادہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی حالت پر پشیمان ہو رہے تھے۔ علاقہ حصار کے ایک صاحب کشف فقیر نے بشارت دی کہ گھبراؤ مت۔ تمہارا یہ بیٹا مقبول بارگاہِ الٰہی ہے۔ ایک دن بڑا با اقبال ہوگا اور جب اس کی عمر چالیس سال کی ہوگی تو اس کا عروج دیکھو گے! حضرت میاں عزیز الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس بشارت سے اطمینان ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کا دل اپنے بیٹے کی طرف سے کبھی مکدر نہ ہوا اور پھر حتی الوسع ان کی خواہشات کے راستے میں کبھی رکاوٹ نہ بنے۔

بیعت

اب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی ہادی ومرشد کی تلاش میں تھے۔ جس کی وساطت سے آپ اس مقام تک پہنچ جائیں جو آپ کے پیشِ نظر تھا اور چونکہ اس مقام تک بدوں توسل مرشد کامل کے سخت دشوار بلکہ غیر ممکن ہے۔ اس لیے آپ ہمیشہ ٹوہ اور تلاش میں رہتے۔ آپ کے خاندان کے جملہ بزرگان کا تعلق آپ سے پیشتر حجرہ شاہ محمد مقیم سے تھا۔ آپ نے بھی حضرت پیر سعادت علی رحمۃ اللہ علیہ، سجادہ نشین حجرہ شاہ محمد مقیم کی خدمت میں مرید ہونے کے لیے درخواست کی۔ حضرت پیر سعادت علی رحمۃ اللہ علیہ نے

فرمایا: ''ہم میں بہت سی بدعات پیدا ہو گئی ہیں۔ آپ کسی ایسے صاحب باطن سے تعلق پیدا کریں جس کا مسلک 'علیٰ منہاج النبوت ہو'' ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو حضرت میاں امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ جیسے پیر کامل واکمل مل گئے۔ جن کی برکت، صحبت اور انوارِ ہدایت سے آپ نے اشغال طریقہ نقشبندیہ میں تھوڑی ہی مدت کے اندر کمال پیدا کر لیا۔ اس زمانہ میں کئی سجادہ نشین حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے حلقہ بیعت میں لینے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ان رسمی اور دکاندار سجادہ نشینوں سے مطمئن نہ ہونے والی تھی۔ آخر اطمینانِ قلب نصیب ہوا تو اپنے پیشوا حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن کوٹلہ شریف (پنجو بیگ) کی صحبت بابرکت میں ہی رہنے سے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنی بیعت کا ذکر یوں فرمایا کہ:۔

''حضرت امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ شرقپور میں آتے تو ہماری مسجد میں تشریف لا کر جدِ امجد کے پاس ٹھہرتے اور چلے جاتے اور پھر آ جاتے۔ کچھ عرصہ کے بعد مجھے حلقہ بیعت میں لینے کی ترغیب دینی شروع کی۔ شروع شروع میں میرا دل نہیں مانتا تھا۔ لیکن آخر ان کے روحانی تصرف نے مجھے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر مجبور کر دیا''۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ ''میں مراد بھی ہوں یعنی چاہنے والا بھی اور چاہا گیا بھی''۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے حلقہ میں داخل کر کے سلسلہ نقشبندیہ کی کمند آپ پر ڈالیں۔

جذبات جوش وخروش اور حالاتِ سکر

طالب ومطلوب میں رابطہ اتحاد

بیعت کرنے کے بعد حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حد درجہ کی محبت پیدا ہو گئی۔ ایک بار شرقپور تشریف لائے۔ برسات کا موسم تھا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خاطر آپ کی فہمائش پر چائے پکانے لگے۔

لکڑی وغیرہ ہاتھ نہ آئی تو اپنی دستار مبارک سے ہی سے ایندھن کا کام لیا۔ آپ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت اور خلوص نے دل میں جگہ کر لی۔ ایک بار حضرت بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ شرقپور تشریف لائے تھے۔ جب شرقپور سے عازم کوٹلہ شریف ہوئے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ رخصت کرنے کے لیے ساتھ ہو لیے۔ شرقپور کے باہر ترکھانوں کی دکان پر آپ کو کسی ضرورت کے لیے ٹھہرنا پڑا۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ دکان والوں کی درخواست پر چارپائی پر بیٹھ گئے لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بوجہ ادب زمین پر ہی دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ اگرچہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کپڑے سب کے سب خراب ہو گئے۔ مگر کچھ پرواہ نہ کی۔ بعض اوقات حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کوٹلہ شریف تشریف لے جاتے۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اونٹنی پر سوار ہوتے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمراہ پیدل دوڑتے ہوئے جاتے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ شریف میں اپنے پیشوا کی خدمت میں کئی روز تک رہتے۔ وہاں چکی پیستے اور لکڑیوں کی گٹھڑیاں لاتے۔ ایک دن حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا: ''آپ آیندہ لکڑیوں کی گٹھڑیاں نہ لایا کریں''۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو حضرت میاں کو سخت وجد کی حالت طاری ہوتی۔ کوٹلہ شریف کے باہر چھپڑ میں حضرت بابا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ غسل کرنے کے لئے داخل ہوئے۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو کتے کے بھونکنے کی آواز پر پانی ہی میں وجد طاری ہو گیا۔ وجد ایسا سخت تھا کہ آدمی کے قد کے برابر پانی کی سطح سے اوپر اٹھتے اور تہ آب تک جا گرتے۔ حضرت بابا صاحب رحمہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پکڑو پکڑو۔ لیکن حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مچھلی کی طرح ادھر ادھر نکل جاتے اور کسی کے قابو میں نہ آتے۔

دن میں کئی ایک مرتبہ حالتِ بیخودی میں تڑپتے لوٹتے اور گریبان چاک کرتے۔ عالمِ بیقراری میں مسجدوں کے دروازوں پر جا کھڑے ہوتے اور اللہ کریم کو آوازیں دے دے کر پکارتے۔ کبھی جنگل کی طرف بھاگ جاتے۔ راستے میں کوئی شخص مل جاتا تو اس سے خداوند کریم کا پتہ پوچھتے کہ میرا خدا کہاں ہے؟ کیا کہیں تمہیں ملا ہے یا نہیں ملا؟ کانٹے دار جھاڑیوں میں گھس جاتے۔ مغیلاں (کیکر) کی خاردار شاخوں پر اپنے کو پھینک دیتے اور اس عالم سکر میں بے ساختہ آپ کی زبان سے ہر قسم کے کلمات نکلتے۔ کبھی قبرستان کی طرف دوڑ جاتے۔ اگر کوئی ٹوٹی پھوٹی قبر مل جاتی تو اس میں گھس جاتے۔ ایک روز سکر کی حالت میں آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا ''ہُن میں ہو گیا کوئی ہور، مینوں کون پچھانے گا'' تین مرتبہ ایسا ہی کہا، پھر صحو میں آ گئے اور تین دفعہ **لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰه** پڑھا۔

ایک دفعہ گندم ایک کٹے ہوئے کھیت ''وڈھ'' میں وجد ہو گیا۔ ایک دفعہ کنکروں کا ڈھیر دیکھ کر یہ کیفیت ہو گئی اور دیر تک زمین پر لوٹ پوٹ ہوتے رہے۔

ایک دفعہ آپ عید کے روز میلے کچیلے کپڑے پہنے نماز عید پڑھانے کے لئے مسجد میں آئے۔ چہرہ پر بیقراری کا عالم نمایاں تھا۔ لوگ حیران تھے کہ آپ نے کپڑے کیوں نہیں پہنے؟ جب آپ خطبے کے لئے کھڑے ہوئے فرمایا:

''میاں عید تو تب عید ہے جب دل خدا کی طرف عود کرے ورنہ عید کیسی''۔

ایک دفعہ خود ارشاد فرمایا کہ میں حالتِ بیقراری میں شہر سے باہر نکل گیا۔ قبرستان کی طرف سے سماع کی آواز آئی۔ ایک شخص سے دریافت کیا کہ سرود کہاں ہو رہا

ہے؟اس نے کہا یہاں سرود کیسا؟ چونکہ مجھے آواز آرہی تھی اس آواز پر آگے گیا اور میاں محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کی مزار پر پہنچا، تو معلوم ہوا کہ یہ آواز مزار سے آرہی ہے۔ میں نے صاحب مزار کو کہا کہ ابھی سرود ہی میں پڑے ہو۔ وہاں سے بھاگ کر حضرت شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچا۔ جا کر کھڑا ہی ہوا تھا کہ وجد کی حالت طاری ہوگئی ۔جب ہوش میں آیا تو صاحب مزار کو کہا کہ تم گرانا ہی جانتے ہو۔ پھر چاروں طرف سے خوشبو آنے لگی۔ میں نے کہا یہ کچھ بات ہے۔ وہ خوشبو فیضانِ الٰہی تھا۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک روز جذب کی حالت میں بیٹھے بیٹھے آگ کے سلگتے انگاروں کو پکڑ پکڑ کر منہ میں ڈالتے اور فرماتے کیسے خوبصورت ہیں۔ ہاتھ اور منہ پر کوئی اثر نہ ہوتا۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ مجھے زمین پر چلنا پھرنا اور پیشاب پاخانہ کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ ہر جگہ اسم ذات روشن و نورانی نظر آتا ہے۔

عطائے خلافت

حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں صاحب کے حد سے بڑھے ہوئے خلوص، حسن عقیدت اور رابطہ اتحاد کو دیکھ کر فرمادیا: ”جو میرے اور شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان فرق سمجھے گا وہ بے ایمان ہے“۔ ایک بار پھر فرمایا: ”شیر محمد تم مجھ سے بڑھ گئے“۔ پھر ارشاد فرمایا: ”میری جو کمی تھی وہ شیر محمد نے پوری کردی ہے“۔ ایک دفعہ زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا: ”میری اور شیر محمد کی مثال حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی سی ہے“۔ لوگوں سے فرمایا کرتے ”میاں شیر محمد کی فقیری آج کل والی نہیں۔ سلف صالحین کے طریق پر ہے“۔ حضرت بابا امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ

علیہ کے والد حضرت میاں عزیز الدین سے بہت پیار تھا۔ شرقپور میں چند لوگوں نے بھی بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے اور تعلیم سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اشغال نقشبندیہ میں کمال حاصل کرلیا۔ لطائف شش گانہ مفتوح ہوگئے۔ سلطان الذکر کی منزل طے ہوگئی۔ نفی اور اثبات اور طریقہ یادداشت باحسن وجوہ حاصل ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت بابا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں صاحب کو نقشبندی سلسلہ میں بیعت لینے کی اجازت فرمائی اور ایک اجازت نامہ لکھا جس میں نہایت مہربانی کے کلمات تحریر فرمائے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ آپ اس اجازت نامہ کو لے لیں۔ آپ نے جواب میں عرض کیا کہ میں خلیفہ بننے کے لیے مرید نہیں ہوا۔ میں تو بندہ بننے کے لیے مرید ہوا ہوں۔ غرضیکہ اڑھائی سال اسی کشمکش میں گزرے۔ بعد اڑھائی سال کے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرکے فرمایا ”شیر محمد میں تمہارا پیشوا ہوں۔ تم پر لازم ہے کہ میرا حکم مانو“۔ آپ نے اجازت نامہ لے لیا۔ لیکن پھر بھی باوجودیکہ ہزارہا کی تعداد میں لوگ بیعت ہونے کو آپ کی خدمت میں آتے آپ قبول نہ کرتے اور یہی فرمایا کرتے کہ میں اپنے کو اس کا اہل نہیں پاتا۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ عظام کا ذکر

حضرت خواجہ امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ امیر الدین صاحب قدس سرہٗ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد و پیشوا قصبہ دھرم کوٹ جو کہ مکان شریف سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے کے رہنے والے تھے۔ اوائل عمر میں ہی حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت سے مشرف ہو گئے تھے۔ حضرت خواجہ امام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو کمال محبت تھی۔ حسب الارشاد خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ نے محکمہ پولیس میں بعہدہ تھانیداری ملازمت اختیار کر لی۔ صرف تین سال ملازمت کی۔ پھر مستعفی ہو کر اپنے پیشوا حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دریا کے کنارے ایک وظیفہ پڑھنے کا حکم دیا اور دو آدمی ہمراہ محافظت کے لیے بھیج دیے کہ مبادا وجد میں آکر دریا میں نہ گر پڑیں۔ اس اثناء میں حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت بھی نصیب ہوئی اور بہت سی برکات و فیوضات کے دروازے آپ پر مفتوح ہو گئے۔ گورنمنٹ انگلشیہ نے شروع عملداری میں نو سو (۹۰۰) گھماؤں زمین مکان شریف کے نذر کی۔ جس جگہ اب کوٹلہ شریف ہے۔ حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کارندوں کو وہاں کے دیہاتی لوگ قبضہ نہ کرنے دیتے تھے۔ آخر حضرت خواجہ امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا گیا۔ آپ بفضل خدا بڑے قد آور جوان تھے۔ اپنے بازو کی ہمت سے زمین پر قبضہ کر لیا اور مخالفین کی ان کے مقابلہ میں کوئی پیش نہ گئی۔ ایک دیہاتی نے مخالفت سے آپ کو تکلیف پہنچائی۔ آخر اس نے اپنے کیے کی سزا پائی۔ سخت بیمار ہوا اور اس کے سارے جسم میں کیڑے پڑ گئے۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ بذریعہ کشف اللہ

تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا تھا کہ شرقپور میں ایک شیر مرد پیدا ہوگا۔ اس واسطے آپ نے سال بسال شرقپور تشریف لانا شروع کر دیا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے روز باری تعالیٰ مجھ سے سوال کریں گے کہ تم دنیا سے ہمارے حضور کیا تحفہ لائے تو میں عرض کروں گا کہ میں دنیا سے شیر محمد کو لایا ہوں۔

حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نہایت بلند قامت حسین و جمیل اور خضر صورت تھے۔ آپ کا رُخ سرخ، ریش سفید، پیشانی کشادہ اور بینی دراز تھی۔ خندہ رو تھے۔ عمر ایک سو سال ساڑھے تیئس سال کے قریب ہوئی تو عارضہ فالج میں مبتلا ہو گئے۔ آخر ایک سو چوبیس سال کی عمر میں اسی عارضہ سے راہی ملکِ بقا ہو گئے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مزار مبارک پر اکثر جایا کرتے اور مراقبہ میں بیٹھ کر آپ کی روح سے فیضان حاصل کرتے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نقشبندی سلوک میں پنجابی زبان میں ایک رسالہ ”چشمہ فیض معرفت“ کے نام سے لکھا جو چھپ چکا ہے۔ اس رسالہ میں آپ نے اپنے پیشوائے طریقت حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات اور اشغال طریقہ نقشبندی لکھے ہیں۔ ذیل میں شجرہ نقشبندیہ جو حضرت خواجہ امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے درج کیا جاتا ہے۔ آخیر میں تکمیل سلسلہ کے لیے حضرت میاں صاحب کا نام بڑھا دیا گیا ہے۔

شجرہ نقشبندیہ

اے خدا مجھ پر عطا کر بالطفیل مصطفےٰ	واسطے صدیق اکبر ہے وہ صادق بے ریا
واسطے سلمان فارس قاسم و جعفر ولی	بالطفیل بایزید بوالحسن اور بو علی
واسطے ہمدان یوسف عبد خالق مجدواں	خواجہ عارف ریوگر محمود کی خاطر یہاں
واسطے خواجہ علی راومتیں کے اے خدا	خواجہ بابا سماسی میر کلال مصطفےٰ
واسطے خواجہ بہاؤ الدین کہ ہے مشکل کشا	حضرت یعقوب چرخی کے لیے ہے التجا
واسطے خواجہ عبید اللہ کے ہے یہ میری عرض	خواجہ محمد زاہد کی خاطر خدایا ہے عرض
واسطے درویش میری عرض ہے در بارگاہ	خواجہ امکنگ خاطر میرے اُوپر کر نگاہ
واسطے خواجہ محمد باقی باللہ باصفا	خواجہ احمد مجدد الف ثانی باخدا
واسطے خواجہ معصوم حضرت الف ثانی کے پسر	خواجہ عبد الاحد کی خاطر خدایا لطف کر
واسطے سعید کی خاطر صفی پارسا	واسطے شیخ محمد خواجہ زکی باخدا
واسطے خواجہ محمد حاجی احمد کر نظر	بالطفیل شاہ حسین نظر رحمت فضل کر
واسطے ان قطب عالم پیر پیراں دستگیر	خواجہ حضرت امام علی شاہ روشن ضمیر
واسطے ان پیر صادق علی شاہ خلف امام	ماسوا اللہ حب دل سے دُور ہو میرے تمام
واسطے ان خواجگان نقشبنداں اے خدا	بر امیر الدین نظر کر فضل سے ہر دم عطا
ہے امیر الدین فدا سب عاشقاں اللہ پر	عشق اپنی ذات کا کرنا عنایت ایسی پر
واسطے شیر محمد ہادی مُرشد رہنما	غیر سے مجھ کو ہٹا کر حب اپنی کر عطا

شجرہ منثورہ

(تالیف استاذی المکرم حکیم علی احمد صاحب نیّر واسطی)

	تاریخ وصال	مزار شریف
۱۔الٰہی بحرمت سید المرسلین رحمۃ للعالمین سیدنا و شفیعنا و وسیلتنا فی الدارین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ	۱۲۔ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ
۲۔الٰہی بحرمت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ	۲۳۔جمادی الثانی ۱۳ھ	مدینہ منورہ
۳۔الٰہی بحرمت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰۔رجب ۳۳ھ	مدائن
۴۔الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۲۔جمادی الاول ۱۰۱ھ	مدائن
۵۔الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۵۔رجب ۱۴۸ھ	مدینہ منورہ
۶۔الٰہی بحرمت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۔شعبان ۲۶۱ھ	بسطام
۷۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۔محرم الحرام ۴۲۵ھ	خرقان
۸۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ	۴۔ربیع الاول ۴۷۷ھ	طوس
۹۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۔رجب ۵۳۵ھ	مرو
۱۰۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۔ربیع الاول ۵۷۵ھ	غجدوان
۱۱۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ	یکم شوال ۶۱۶ھ	ریوگر قریب بخارا
۱۲۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ	۷۱۵ھ	انجیر فغنوی
۱۳۔الٰہی بحرمت حضرت خواجہ رامتنی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۔ذیقعدہ ۷۲۱ھ	خوارزم علاقہ بخارا

۱۴۔الٰہی۔ بحرمت حضرت خواجہ محمود بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۔جمادی الثانی ۷۵۵ھ	سماس قریب بخارا
۱۵۔الٰہی۔ بحرمت حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ	۸۔جمادی الاول ۷۷۲ھ	سوخار قریب بخارا
۱۶۔الٰہی۔ بحرمت حضرت امام الطریقت والشریعت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ	۳۔ربیع الاول ۷۹۱ھ	قصر عارفاں
۱۷۔الٰہی۔ بحرمت حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ	۲۰۔رجب ۸۰۲ھ	نوحفانیاں
۱۸۔الٰہی۔ بحرمت حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ	۵۔صفر ۸۵۱ھ	ہلغتور
۱۹۔الٰہی۔ بحرمت حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۔ربیع الاول ۸۹۵ھ	سمرقند
۲۰۔الٰہی۔ بحرمت حضرت مولانا زاہد ولی رحمۃ اللہ علیہ	یکم ربیع الاول ۹۳۹ھ	موضع وخش
۲۱۔الٰہی۔ بحرمت حضرت مولانا محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۔محرم الحرام ۹۰۷ھ	اسفرار مضافات ماوراء النہر
۲۲۔الٰہی۔ بحرمت حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۔شعبان ۱۰۰۹ھ	موضع امکنہ نزد بخارا
۲۳۔الٰہی۔ بحرمت حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۵۔جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ	دہلی (انڈیا)
۲۴۔الٰہی۔ بحرمت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۔صفر ۱۰۳۴ھ	سرہند شریف
۲۵۔الٰہی۔ بحرمت حضرت محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۔جمادی الثانی ۱۰۷۰ھ	سرہند شریف
۲۶۔الٰہی۔ بحرمت حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ	۹۔ربیع الاول ۱۰۷۹ھ	سرہند شریف

۲۷۔الٰہی۔ بحرمت حضرت خواجہ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۔ذی الحجہ ۱۱۲۶ھ	سرہند شریف
۲۸۔الٰہی۔ بحرمت حضرت محمد حنیف پارسا رحمۃ اللہ علیہ	یکم صفر المظفر ۱۱۳۳ھ	بامیان از توابع کابل
۲۹۔الٰہی۔ بحرمت حضرت خواجہ زکی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۴۳ھ	انگی لاکھی
۳۰۔الٰہی۔ بحرمت حضرت خواجہ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ	۹۔ذی الحجہ	مکہ مکرمہ
۳۱۔الٰہی۔ بحرمت حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ	۳۔ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ	لواری شریف سندھ ضلع بدین
۳۲۔الٰہی۔ بحرمت حضرت خواجہ حاجی احمد رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۲۳ھ	موضع قاضی احمد علاقہ سندھ
۳۳۔الٰہی۔ بحرمت حضرت خواجہ شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ	۷۔صفر ۱۲۲۳ھ	رتڑ چھتر مکان شریف پنجاب
۳۴۔الٰہی۔ بحرمت حضرت خواجہ امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۳۔شوال ۱۲۸۲ھ	رتڑ چھتر مکان شریف پنجاب
۳۵۔الٰہی۔ بحرمت حضرت خواجہ میر صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ	ماہ شعبان ۱۳۱۷	رتڑ چھتر مکان شریف پنجاب
۳۶۔الٰہی۔ بحرمت حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ	۹۔ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ	کوٹلہ پنج بیگ ضلع شیخوپورہ پنجاب
۳۷۔الٰہی۔ بحرمت حضرت غوث زماں قطب دوراں سیدنا و مرشدنا و مولٰینا حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ	۳۔ربیع الاول ۱۳۴۷ھ بمطابق ۲۰۔اگست ۱۹۲۸ء	شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ پاکستان

شجرہ منظومہ

بخش دے یارب مجھے اپنی سخا کا واسطہ — رحم فرما شافعِ روزِ جزا کا واسطہ

صدق دے یارب مجھے صدیقِ اکبرؓ کیلئے — فقر دے سلمانؓ محبوبِ پیمبر کے لیے

حضرت قاسمؒ کا صدقہ میری بگڑی کو بنا — حضرت جعفرؒ کا صدقہ دے مرے دل کو ضیاء

رکھ مجھے باعافیت بہرِ جنابِ بایزیدؒ — بوالحسنؒ کا واسطہ دے مجھ کو نصرت کی نوید

بوعلیؒ کا واسطہ کر دے مری مشکل کو حل — دے مجھے علمِ طریقت اور توفیقِ عمل

بہرِ یوسفؒ قیدِ غم سے دہر میں آزاد کر — عبدِ خالقؒ کے لیے غفلت میں مجھ کو شاد کر

حضرت عارفؒ کے صدقے میں مجھ عرفان دے — حضرت محمودؒ کا صدقہ مجھے ایمان دے

واسطہ خواجہ علیؒ کا فقرِ درویشانہ دے — واسطہ بابا سماسی کا دلِ دیوانہ دے

اے خدا! بہرِ جنابِ شیرِ حق میرؒ کلال — حرصِ دُنیا کو مرے بتخانۂ دل سے نکال

دے مجھے صبر و رضا صدقہ بہاء الدینؒ کا — کر مجھے صحت عطا صدقہ علاء الدینؒ کا

دے مرے دل کو سکوں یعقوب چرخیؒ کے طفیل — حضرت احرارؒ کے صدقہ میں دھو دے دل کا میل

حضرت زاہدؒ کے صدقے میں مجھے زاہد بنا — حضرت درویشؒ کے صدقہ میں دے فقر و غنا

خواجہ امکنگیؒ کا صدقہ داغِ عصیاں کو مٹا — حضرت باقیؒ کا صدقہ دے بقا بعد الفنا

شیخ احمدؒ کے لیے غیروں کی منت سے بچا — صرف اپنا ہی مجھے محتاج رکھ اے کبریا

کھول دے دل کی کلی بہرِ سعیدؒ نامدار — تاکہ میرے گلشنِ اُمید میں آئے بہار

حضرت معصومؒ کا صدقہ دکھا کوئے رسولؐ — بس رہی ہے جس میں اب تک بوئے گیسوئے رسولؐ

واسطہ عبدالاحدؒ کا مالکِ ارض و سما — کر مجھے ایمان اور توحید کی دولت عطا

اے خدا! بہرِ جنابِ خواجہ حنفیؒ پارسا — وقتِ آخر نزع کی تکلیف سے مجھ کو بچا

بخش دے شیخ محمدؒ کے لیے میری خطا — واسطہ خواجہ نبیؒ کا اپنی الفت کر عطا

واسطہ خواجہ زمانؒ کا دے مجھے ذوقِ فنا — بہرِ احمدؒ قبر میں ہو نورِ احمدؐ کی ضیاء

اے خدا! بہرِ جنابِ خواجہ حاجی شاہ حسینؒ — دے مرے بے چین دل کو دین اور دنیا میں چین

حشر میں جب ہو ترے دربار میں میرا قیام — ہاتھ میں ہو میرے دامانِ نبیؐ بہرِ امام

بہرِ حضرت میر صادقؒ صاحبِ صدق و صفا — سُرخرو رکھ دو جہاں میں مجھ کو اے میرے خدا

واسطہ یارب تجھے خواجہ امیر الدینؒ کا — دے مجھے علم و حیاء، رزق و شفا، صبر و غنا

واسطہ دیتا ہوں یارب میں تجھے اس نام کا — جو ہمیشہ تیری محبوبی کے گُن گاتا رہا

عشق میں جس کے دل حسرت زدہ دیوانہ ہے — شرقپور اب جس کے باعث نور کا کاشانہ ہے

اے خدا! کیا نام پیارا ہے ترے محبوب کا — حضرت شیر محمد صاحبِ جود و سخا

قطبِ دوراں شیخِ عالمؒ ہادیٔ راہِ صفا — نائبِ شمس الضحیٰ، بدر الدجےٰ، صدر العلےٰ

اے خدا! صدقہ میاں صاحب کے نامِ پاک کا — حشر میں ہم عاصیوں کو ظلِّ رحمت میں چھپا

بہرِ حضرت ثانی لاثانیؒ جنابِ قبلہ گاہ — ہم سیہ کاروں کو اپنی رحمتوں میں دے پناہ

ثانی اثنینؓ کے صدقے میں اے ربِ جلیل — دو جہاں کی زندگی ہو زیرِ دامانِ جمیل

اے خدا! صدقے میں ان پاک ناموں کے دل کو شاد کر — کفر کو برباد کر اسلام کو آباد کر

مکان شریف و مکان شریف والے

موضع رتڑ چھتر المعروف مکان شریف میں آپ کے مشائخ قطب الاقطاب (حضرت شاہ حسین) حضرت امام علی شاہ اور (حضرت صادق علی شاہ) قدس سرہٗ کے مزارات مبارک ہیں۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو مکان شریف سے اس درجہ محبت تھی کہ جس کی کیفیت بیان کرنا قلم کے امکان سے باہر ہے۔ متواتر چالیس سال سے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مکان شریف کے سالانہ عرس پر (منعقدہ 13۔شوال) کو جاتے رہے۔ آپ کے ہمراہ سینکڑوں کی تعداد میں آپ کے مخلصین جاتے۔ عرس پر کوئی امر خلاف شرع وقوع میں نہ آتا۔ تلاوت قرآن مجید، وعظ، نعت خوانی اور ختم شریف کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لئے عرس کے موقع پر خلقت جمع ہو جاتی۔

فَطُوبیٰ لِبَابٍ کَبَیْتِ الْعَتِیْقِ
حَوَالَیْهِ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

اثنائے قیام مکان شریف میں حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مشائخ کے مبارک مزارات پر وقت کا زیادہ حصہ گزارتے۔ مراقبہ میں بیٹھتے اور ارواح مقدس حضرت قطب الاقطاب حضرت شاہ حسین رحمہ اللہ تعالیٰ و قطب الاقطاب حضرت امام علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کی طرف متوجہ ہوتیں اور آپ پر توجہ فرماتیں۔ آپ پر اس وقت نہایت عجیب و غریب کیفیات وارد ہوتیں۔

روضہ شریف کا گنبد بڑا عالی شان ہے۔ گنبد کا کلس بڑے زلزلہ میں ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے نامی معمار بلوائے گئے مگر کسی کو کلس کے سیدھا کرنے کی جرات نہ

ہوئی۔ حضرت میر بارک اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جو اسے سیدھا کرے گا۔ میں اُسے ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ آخر جب سب طرف سے مایوسی ہو گئی تو حضرت میاں رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کلس سیدھا کرایا۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بالخصوص حضرت خواجہ مظہر قیوم مدظلہ کی نہایت عزت و تکریم کرتے تھے۔ وہ بھی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وجود کو باعثِ صد فخر و مباہات سمجھتے تھے۔ حضرت میاں صاحب کی رحلت کا صدمہ انہیں اس قدر ہوا کہ شاید ہی کسی اور کو ہوا ہو۔ انہوں نے حضرت میاں صاحب کے ہاتھ پر بیعت بھی کی تھی۔

میرا ارادہ تھا کہ خاندانِ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخ کے حالات صدر انجمن حضور سرور کائنات سرکار مدینہ محمد مصطفیٰ ﷺ سے لے کر حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک اختصار سے تحریر کروں لیکن غور کیا تو کام نہایت طویل اور محنت طلب دکھائی دیا۔ اس لیے سر دست اس خیال سے کہ اگر وقت نے ساتھ دیا اور توفیق ایزدی نے رہبری کی تو ایک مستقل کتاب مشائخ نقشبندیہ کے ذکر میں تالیف کروں گا۔ فی الحال اسے معرضِ التواء میں ڈالتا ہوں اور حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ المعروف بھوریوالے اور حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر اکتفا کرتا ہوں۔ حضرت صاحبزادہ مظہر قیوم مدظلہ العالی نے مکان شریف سے ایک قلمی کتاب بغرض افادہ و مطالعہ کمترین کو ارسال فرمائی تھی۔ اس کتاب میں حضرت امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک فارسی زبان میں تمام حالات قلم بند ہیں۔ ان ہر دو بزرگان کے حالات بھی اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

حضرت شاہ حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

المعروف بھوریوالے

آپ صحیح النسب سادات حاجی الحرمین شریفین اپنے زمانہ کے غوث الاغیاث شریعت اور حقیقت کے رموز کو کھولنے والے۔ قافلہ محبوباں کے سردار اور ساکنین افلاک اور زمینوں کے شیخ، حضور ﷺ کے صادق جانشین ہیں۔ آپ کی کرامات اور خوارق عادات اس قدر عام مشہور ہیں کہ احاطہ تحریر میں لانا محال ہے۔ آپ کا مسکن و مولد مکان شریف المعروف بہ رتڑ چھتر ضلع گورداسپور ہے۔ آپ کا مزار مبارک موضع مکان شریف میں چند زینہ اُتر کر زمین کے نیچے ہے۔ اسی واسطے حضور بھوریوالے حضرت کے نام مبارک سے مشہور ہیں۔

ابتداء عمر میں آپ گھوڑوں کی تجارت کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ گھوڑے خریدنے کے لیے پشاور تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر آپ کو تحصیل علوم کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ کچھ مدت وہاں رہ کر آپ ایسے کامل علوم وفنون میں ماہر ہوئے کہ طالب علمی کی حالت میں مشکل سے مشکل کتابوں پر حواشی تحریر فرماتے۔ علم دین کی تحصیل میں مصروف تھے کہ عنایت ایزدی نے آپ کے قلب میں شوق حصول سلوک اور علم باطنی کا پیدا کر دیا۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ایک دن آپ نے ایک انگریز کو پشاور میں دیکھا کہ چند اشعار پڑھتا تھا اور نہایت سوز وگداز سے روتا تھا۔ جب آپ نے اُسے دیکھا تو آپ کی حالت متغیر ہوگئی اور عشق کے جذبہ نے دل کی لگام کو سخت مضبوطی سے پکڑ لیا اور بموجب آیا کریمہ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۔ سلطان محبت حقیقی اور بادشاہ خلت تحقیقی نے دل کے تخت پر غلبہ پا کر تمام خواہشات نفسانی اور متاع حیات ظاہری کو برباد کر دیا۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے آپ کے دل میں یہ بات

ثابت ہوگئی کہ یہ سوز وگداز سوائے محبت الٰہی اور خدا کی دوستی کے محال ہے اور اس کا حاصل ہونا سوائے پیر کامل کی صحبت کے ناممکن ہے۔ اس لیے اُسی روز آپ سے درس وتدریس سب چھوٹ گیا اور جس جگہ سے خوشبوئے محبت الٰہی سونگھتے فوراً اُسی طرف روانہ ہو جاتے۔ اسی اثناء میں آپ پشاور کے گرد ونواح اور ولایت غزنی اور کابل میں جس جس جگہ بزرگان دین اور اولیائے کاملین کو سُنا حاضر ہوئے اور توبہ اور انابت کا ارادہ کیا۔ مگر مُلہم غیبی نے ہر جگہ اُن کو آواز دی اور ارشاد فرمایا کہ تمہاری نعمتوں کے حاصل ہونے کا یہ خزانہ نہیں ہے اور آگے چلو اُٹھی کہ آپ ولایت سندھ میں حضرت قطب زماں حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی پہلی ہی نظر میں آپ کمال منزل مقصود پر فائز المرام ہوئے۔

مترجم کاتب الحروف حضرت اعلیٰ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سیّد شاہ حسین مخدومی رحمۃ اللہ علیہ ابھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت حاضر نہیں ہوئے تھے اور حضرت حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے حلقہ مریداں میں بیٹھے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ ایک طالب علم بڑی بلند استعداد والا پنجاب کی طرف سے آنے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی بڑی عزت اور اس پر قادر قیوم کی بڑی عنایت ہے۔ جب آپ خدمت والا میں حاضر ہوئے تو حضرت حاجی احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس طالب علم کا میں ذکر کیا کرتا تھا وہ یہی صاحب ہیں۔ سبحان اللہ! جب آپ حاضر ہوئے تو پیر بزرگوار نے نہایت مہربانی اور کامل توجہ سے داخل طریقہ فرما کر نسبت خواجگان نقشبندیہ القا فرمائی۔ جس کی برکت سے آپ پر جذب اور سُکر غالب ہوگیا اور جذب کی حالت میں یہ غزل پڑھتے ہوئے مجذوبانہ حالت میں جنگل کی طرف نکل گئے

جام احمدی گر باز یک جرعہ بکامم افتد — ہمائے اوج لاہوتی ہماں ساعت بدامم افتد
مکرم محرم من است مدہوشی ز جرعہ جام او یارب — الٰہی جرعہ جام او و یارم در بکامم افتد
بیا اے ساقی وحدت بجائے سرفرازم کن! — ہم وصل محبوبم ازیں در انصرامم افتد